کہ گویا آج کے بعد انہیں پھر کبھی ہم سے کوئی واسطہ ہی نہ پڑے گا۔"

خلیفہ عمرؓ نے تقسیم خراج کے طریقہ سے بھی عمرؓ کو آگاہ کرنا چاہا اور اس سلسلہ میں لکھا کہ:۔

"..... اما بعد۔ میرے رجسٹر میں جن آدمیوں کا اندراج ہے۔ ان کے لئے بھی اور ان کے علاوہ وہ لوگ جو مدینہ سے آکر ہمارے کام میں شریک ہوں۔ یا وہ جو تمہارے پاس آئیں یا دوسرے شہروں میں موجود ہوں۔ ان سب کے لئے میں نے وظائف مقرر کر دیئے ہیں۔ تم بھی اس بات کا خیال رکھو۔ کہ جس شخص کا میں نے وظیفہ مقرر کر دیا ہے اور وہ تمہارے پاس آجائے تو تم اسے اور اس کے بچوں کو مقررہ وظیفہ ادا کر دینا۔ اور جن کا وظیفہ ابھی تک میری طرف سے مقرر نہیں ہو سکا اور وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں۔ تو تم میرے مقرر کردہ معیار کے مطابق ان کا وظیفہ خود مقرر کر دینا۔ میں نے خود تمہارا جو وظیفہ مقرر کیا ہے۔ وہ دوسرے سب قائدین سے زیادہ دو صد دینار ہے۔ تم مسلمانوں کے عامل ہو۔ اور تمہاری ضروریات کی وسعت کا مجھے اچھی طرح علم ہے۔ اس لئے میں نے کافی وظیفہ مقرر کیا ہے۔ اب تمہیں چاہیئے۔ کہ خراج کی مقدار بڑھانے کی کوشش کرو۔ اور اس میں سے اپنا مقررشدہ حق وصول کر کے باقی ماندہ میں سے مسلمانوں کے وظائف اور ضروری اخراجات نکال لو۔ اس کے بعد جو بچ جائے اسے میرے پاس بھیج دو۔ اور یہ بھی واضح رہے۔ کہ سرزمین مصر چونکہ زمین صلح ہے۔ اس لئے اس پر خمس واجب نہیں ہے۔ بلکہ اس کی پیداوار مسلمانوں کے لئے فئے ہے۔ اس میں سے سب سے پہلے ان مسلمانوں کے حقوق ادا کرو جو سرحدات پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور جنہوں نے سب مسلمانوں کو حفاظت کی ذمہ داریوں سے مستغنی کر رکھا ہے۔ اس لئے ان کی ضروریات کا پورا پورا صلہ انہیں ملنا چاہیئے۔ ان کے بھگتان کے بعد جو کچھ بچے اس کی تقسیم کتاب اللہ کے مصارف میں کرو۔[1] عمرؓ اس بات کو کبھی نہ بھولنا۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے اعمال کو یقیناً دیکھ رہا ہے۔ تمہاری حفاظت میں اہل ذمہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ وفائے عہد کی خاص طور پر وصیت فرمائی ہے۔ اور اس وصیت میں قبطیوں کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے

---

[1] یعنی قرآن کریم کی اشاعت میں

Marfat.com

Marfat.com

اور فرمایا ہے کہ "اِسْتَوْصُوْا بِالْقِبْطِ خَیْرًا فَاِنَّ لَھُمْ ذِمَّۃً وَّرَحِمًا (قبطیوں کے بارے میں نصیحت قبول کرو۔ اس لئے کہ وہ ذمی بھی ہیں اور قرابت دار بھی) قرابت داری یہ ہے کہ حضرت اسماعیل کی والدہ اُن ہی میں سے تھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "من ظلم معاھدا او کلفہ فوق طاقتہ فانا خصمہ یوم القیامۃ" یعنی جس شخص نے کسی معاہد ذمی پر ظلم کیا یا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا تو میں اس کی طرف سے قیامت کے دن جھگڑا کروں گا ــــ اے عمروؓ اس بات سے ہمیشہ ڈرتے رہو کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مخالف نہ بن جائیں۔

اے عمرو خدا کی قسم! اس امت کی ذمہ داری مجھ پر بہت گراں ہے۔ اور میں اپنے آپ میں نقاہت محسوس کرتا ہوں۔ میری رعیت منتشر ہے اور میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں۔ اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس حال میں اٹھا لے کہ میں کسی پر زیادتی کرنے والا نہ ہوں۔ خدا کی قسم میں ڈرتا ہوں کہ اگر تمہاری سختی سے ایک اونٹ بھی ضائع ہو گیا تو اس کی باز پرس بھی اللہ تعالیٰ مجھ سے کرے گا۔"

خلیفہ عمرؓ نے محض تنبیہات ہی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ اُن کے خلاف عملی قدم اٹھاتے ہوئے اُن کے مال کو تقسیم بھی کروا لیا۔

بلاذری کا بیان ہے کہ[1]:-

"خلیفہ عمرؓ کا معمول تھا کہ جب کسی شخص کو کہیں عامل بنا کر بھیجتے۔ تو ان کی موجودالوقت ملکیتوں کی فہرست تیار کر کے اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ پھر اگر دورانِ ملازمت اس میں اضافہ دیکھتے تو اس میں سے کبھی نصف نصف لے لیتے اور کبھی سارا اضافہ لے لیتے تھے۔ چنانچہ اسی عادت کے مطابق انہوں نے عمروؓ کو لکھ دیا کہ:-

"تمہارے مال، غلاموں، برتنوں اور جانوروں میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے تمہارا یہ حال عامل بننے سے پہلے نہیں تھا"[2]

---

[1] بلاذری ص۴۷۶

[2] امیر المومنین فاروق اعظم کا معمول تھا۔ کہ جب کسی عامل کو کسی جگہ مقرر کر کے بھیجتے تھے۔ تو اس جگہ کے واجبات تعین

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اس کے جواب میں عمرو نے لکھا کہ "ہماری سرزمین تجارت اور زراعت کا مرکز ہے۔ اور ہم الٰہی ذرائع سے مزید دولت پیدا کر لیتے ہیں۔"

خلیفہ عمرؓ نے اس پر لکھا کہ :-

"مجھے تمہارے عمال کے بارے میں کافی اطلاعات مل چکی ہیں۔ اور تمہارا مراسلہ ایسے شخص کا مراسلہ معلوم ہوتا ہے جسے حق کی گرفت نے بوکھلا دیا ہو۔ اس لئے مجھے تمہارے بارے میں شک ہو گیا ہے۔ اور میں محمد بن مسلمہ کو تمہارا مال تقسیم کرنے کے لئے بھیج رہا ہوں۔ انہیں پوری اطلاعات بہم پہنچا دو۔ اور جس جس چیز کا وہ مطالبہ کریں۔ بلا تردد پیش کر دو۔ اور اگر وہ سختی سے پیش آئیں تو انہیں معذور سمجھو۔ اس لئے کہ اب پردہ فاش ہو چکا ہے۔"

عمرؓ نے خلیفہ کے نمائندوں میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی۔ ابن مسلمہ نے مال تقسیم کر لیا۔ نیز سخت گیری کی کوئی نوبت نہیں آنے دی۔ لیکن خلیفہ رضؓ کے اس برتاؤ سے عمرؓ کو بے حد صدمہ ہوا اور اسی صدمہ میں انہوں نے محمد بن مسلمہ سے کہا :-

"یہ گھڑی بڑی ہی منحوس گھڑی ہے۔ جس میں اس شخص نے ہمارے ساتھ یہ معاملہ کر رہا ہے۔ میرے والد عاص کوئی گرے پڑے آدمی نہیں تھے۔ ان کا لباس خز اور دیباج سے کم درجہ کا نہیں ہوتا تھا۔"

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: کر کے اُسے بتا دیتے تھے کہ تمہیں اُس علاقہ سے اس قدر رقم وصول کرنی ہے۔ اگر کوئی عامل اس مقدار سے زیادہ وصول کرتا تو بھی زائد مقدار تمام کی تمام نہ لیتے اور کبھی تقسیم کر لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے شام میں خالدؓ ابن ولید کے پاس ایک محاسب بھیج کر حکم دیا تھا کہ وہ اپنے نصف مال سے دست بردار ہو جائیں۔ بعض حوالہ جات میں لکھا ہے کہ خالد کے محاسبہ میں اتنی سخت گیری سے کام لیا گیا تھا کہ ان کے جوتے تک کو تقسیم کر کے ایک بالا ان کو دے دیا گیا تھا اور دوسرا بالا ضبط کر لیا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ اپنے عمال سے فرمایا کرتے تھے کہ "ہم نے تمہیں والی بنا کر بھیجا ہے تاجر بنا کر نہیں بھیجا۔"

حضرت عمرؓ کی اپنے عمال کے ساتھ اس سخت گیری کا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ اُن کے وقار اور حکومت کو ضعف پہنچایا جائے۔ اس لئے کہ عمال اور والی اپنے اپنے علاقہ کے مطلق العنان فرمانروا تھے اور خود حضرت عمرؓ بھی انتظامات کے مالک تھے۔ لیکن یہ سب اس شرط کے ساتھ تھا کہ وہ عدل و انصاف سے کام کریں۔

Marfat.com
Marfat.com

محمد نے اس کا جواب یہ دیا کہ :-

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو ہوش کرو۔ اگر ابن خنیمہ کا زمانہ نہ ہوتا تو تمہاری پوزیشن اس سے آگے نہ بڑھ سکتی۔ کہ گھر کے صحن میں ایک بکری باندھ لیتے۔ وہ دودھ دیتی تو تم ہنسنے لگتے۔ اور وہ روتی تو تم بھی اس کے ساتھ مل کر رونے لگتے۔"

اس پر عمروؓ بولے :-

"مجھے! میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری بات خلیفہ عمر رضؓ سے نہ کہنا۔ اس لئے کہ مجالس میں امانت داری ضروری ہے۔"

محمد نے مسلمان کر دیا کہ جب تک عمر رضؓ زندہ ہیں اس وقت تک میں یہ گفتگو کسی کے سامنے بھی نقل نہیں کروں گا

عمروؓ بن العاص، حضرت عمر رضؓ کے دورِ خلافت تک مصر کی گورنری پر قائم اور عدل و انصاف کی بنا پر قبیلوں کے محبوب بنے رہے۔ اندرونِ ملک بہت سی اصلاحات جاری کیں۔ سیاسی نظم و نسق قائم کیا۔ جگہ جگہ نیل کی اندازہ گاہیں تعمیر کیں۔ حوض بنائے۔ پل تعمیر کیے۔ غرض اہلِ مصر کے ہر گونہ مفادات کو خود اپنا نصب العین سمجھ کر پورا کیا۔ اور ان کارگذاریوں کی احسان مندی میں اہلِ مصر بھی پوری طرح ان کے مطیع اور گرویدہ رہے۔

خلیفہ حضرت عمر رضؓ اپنے آخری دور میں عمروؓ سے انتہائی طور پر بدظن ہو گئے تھے۔ اور ایسے کئی اقدام کر گذرے تھے جن سے ان کے مصری وقار کو صدمہ پہنچے۔ جن میں سب سے زیادہ خطرناک اقدام یہ تھا کہ انہوں نے عمروؓ کے ممتازی بالائی مصر اور اقلیم فیوم کا حاکم اور محصّلِ خراج عبداللہ بن ابی سرح کو بنا دیا تھا۔

بالآخر خلیفہ دوم حضرت عمر رضؓ ذی الحجہ ۲۳ھ کے آخری دنوں میں شہید کر دیئے گئے۔ اور ان کی شہادت کے ساتھ عمر رضؓ اور عمرو رضؓ کے باہمی اختلافات کا بھی ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

Marfat.com

Marfat.com

(۳)

حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ

"تعریف اُس اللہ کے لئے جس نے ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے شرف بخشا اور آپ کے ذریعے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا۔ میں نے اپنے باپ عاص بن وائل کو بھی دیکھا ہے۔ پھر تمہارے باپ عفّان کو بھی۔ خدا کی قسم عاص تمہارے باپ سے زیادہ اشرف تھے۔۔۔۔"

عمروؓ بن العاص
معزولی کے بعد عثمانؓ بن عفان سے

Marfat.com

انتخاب عثمان رضؓ

خلیفہ عمر رضؓ زخمی کر دیئے گئے تو لوگوں نے عرض کیا :۔۔۔ "آپ کسی کو خلیفہ بنا دیجئے"۔ تو فرمایا :۔

"اگر ابو عبیدہؓ بن الجراح زندہ ہوتے تو میں اُن کو خلیفہ بنا دیتا۔ اور میرا رب سوال کرتا تو میں کہہ دیتا کہ میں نے تیرے نبیؐ کو ان کے بارے میں کہتے سنا تھا۔ کہ وہ اس امت کے امین ہیں ۔۔۔ اگر سالم مولیٰ بن حذیفہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ بناتا اور میرا رب سوال کرتا تو کہہ دیتا کہ میں نے تیرے نبیؐ سے سنا تھا۔ کہ سالم سب سے بڑھے ہوئے ہیں"۔

ایک شخص نے عرض کیا :۔۔۔ "میں اس کے لئے عبداللہ بن عمر رضؓ کا نام پیش کرتا ہوں"۔ اس پر فرمایا کہ :۔

"تیرا برا ہو، تو نے کیسی افسوسناک بات کہی۔ اور تیرا اس سے کیا مقصد ہے! کیا میں ایسے شخص کو خلیفہ بنا دوں جو اپنی عورت کی طلاق سے عاجز آ گیا ہمیں تمہارے معاملات میں پڑنے کا کوئی لالچ نہیں ہے۔ خود میں نے کون سا قابلِ تعریف کام کیا ہے جو اپنی اولاد کے لئے بھی اس کو پسند کروں۔ اگر یہ ذمہ داری خیر تھی تو ہم نے اس کا کافی حصہ پا لیا۔ اور اگر شر تھی تو اس کی ساری برائی عمر رضؓ کے ذمہ ہے تو بہتر ہے۔ آلِ عمرؓ کی طرف سے بہتر ہے کہ ایک ہی فرد خدا کے حضور میں جواب دہی کر لے۔۔۔۔ تم ان لوگوں کی طرف جاؤ جن کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ اہلِ جنت ہیں۔۔۔۔ جن میں سے ایک سعدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل ہیں ۔۔۔ جنہیں میں داخل کرنا نہیں چاہتا۔ باقی چھ یہ ہیں :۔ عبد مناف کے بیٹے علیؓ اور عثمانؓ۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ماموں عبدالرحمٰنؓ اور سعدؓ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور پھوپھی زاد زبیرؓ بن العوام اور طلحہؓ بن عبیداللہ۔ وہی ان میں سے کسی کو منتخب کر لیں۔ اور جب کوئی منتخب ہو جائے تو پھر تمہارا فرض ہے کہ پوری طرح اس کی مدد کرو اور اسے تقویت پہنچاؤ۔"

یکم محرم ۲۴ھ، نومبر ۶۴۴ء کو عثمان رضؓ پر اتفاقِ رائے ہو گیا اور وہ حضرت عمر رضؓ کے جانشین بنا دیئے گئے۔ مسلمانوں کی تمام ذمہ داری انہوں نے سنبھال لی۔ اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے نیسرے خلیفہ ہو گئے ؛

حضرت عثمانؓ اور عمروؓ بن العاص | حضرت عثمان رضؓ کو خلیفہ عمر رضؓ اور عمروؓ بن العاص کی باہمی کشیدگی کا علم تھا

حضرت عثمان رضؓ کی پالیسی اس بنیاد پر قائم تھی کہ اپنے قرابت داروں اور ان لوگوں کو مناصب دیئے جائیں جن سے رشتہ داری کا رابطہ ہو۔

دوسری پالیسی ان کی یہ تھی کہ محکمۂ جنگ اور محکمۂ مال کو جدا کر دیا جائے۔

مصر میں جنگ اور خراج دونوں محکمے عمروؓ بن العاص ہی کے پاس تھے۔ اور اسی بنا پر اُن کے اختیارات اور ان کا تسلط مصر میں بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔

عمروؓ طبعاً کچھ سرکش واقع ہوئے تھے۔ اس لئے جلد ہی اُن کی سیاست خلیفہ عثمان رضؓ کی سیاست سے ٹکرانے لگی۔ اور باہمی اختلافات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ عمروؓ بن العاص صرف امورِ حربیہ کے والی ہوں۔ اور عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح جو خلیفہ سابق کی طرف سے بالائی مصر کے حاکم ہیں، امورِ مال کے منتظم ہو جائیں۔

لیکن عمروؓ نے عبداللہ کو مالیات کا چارج دینے سے انکار کر دیا۔ اور ان دونوں کے درمیان بھی کشمکش شروع ہو گئی۔ اور دونوں اپنی اپنی شکایات خلیفہ کے پاس پہنچانے لگے۔ خلیفہ کا میلان عمروؓ کی بہ نسبت عبداللہؓ کی طرف زیادہ تھا۔ اس لئے کہ وہ اُن کے رضاعی بھائی تھے چنانچہ انہوں نے عمروؓ کو ولایتِ مصر کے تمام امور سے معزول کرتے ہوئے حکم دے دیا کہ تمام امور کی کلی ذمہ داری عبداللہؓ ہی کے سپرد کر دی جائے ؛

معزولی کی تاریخ | مؤرخین کے درمیان اس معزولی کے سال کی تعیین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ عمروؓ کی معزولی منویل کے اسکندریہ پر قبضہ سے پہلے عمل میں آچکی تھی۔ جب منویل اسکندریہ پر پوری طرح قابض ہونے کے بعد مزید پیش قدمی کرتا ہوا الفسطاط مصر کی طرف بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ قلعہ بابلیون کے قریب پہنچ گیا۔ تو خلیفہ عثمان رضؓ نے عمروؓ کو بلا کر منویل کی سرکوبی کے لئے دوبارہ مصر روانہ کیا۔[2]

---

[1] بلاذری ص ۲۳۱

مقریزی جلد ۱ ص ۴۰ و ص ۲۹۹

[2] ایک روایت کے مطابق اہلِ مصر نے جب دیکھا کہ منویل کے مقابلہ میں عرب شکست کھاتے جا رہے ہیں۔ تو

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ابن اثیر معزولی کا سال ۲۵ھ بتاتا ہے۔

طبری کے نزدیک معزولی ۲۷ھ میں ہوئی۔ اور اس نے اس کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ خلیفہ عثمان رضؓ نے عمرو بن العاص سے دسولی خراج کا محکمہ لے کر عبداللہ کے حوالے کر دیا تھا۔ جس سے دونوں کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ عبداللہؓ نے خلیفہ کو لکھا کہ:۔ عمروؓ نے خراج کی مقدار بہت کم کر دی ہے۔" عمروؓ نے لکھا کہ:۔ "عبداللہ میری تدابیر جنگ کو ناکام بنا رہا ہے۔" جس پر خلیفہ عثمان رضؓ نے عمروؓ کو لکھا کہ تم مصر کو چھوڑ کر واپس آجاؤ۔"

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے مندرجہ ذیل قرائن کی بنا پر طبری کی تائید کی ہے:۔

اوّلاً: یہ کہ خلیفہ عثمان رضؓ نے عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح کو افریقہ کی جنگ پر ۲۷ھ میں روانہ کیا ہے اور یہی وہ سال ہے جب رومی اسکندریہ پر قابض ہوئے۔"

ثانیاً: "یہ کہ عبداللہ جنگ افریقہ میں کم از کم ایک سال تین ماہ مصروف رہے اور اس سے کم مدت قرین قیاس بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسلمان اپنے مرکز سے بہت دور تھے جہاں آسانی کے ساتھ کمک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اور اس کے بالمقابل رومی افواج کا سلسلہ مواصلات و امداد رسانی غیر منقطع اور مربوط تھا۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے معقول اندازہ یہی ہے کہ عبداللہ کی مصر کی طرف واپسی ۲۷ھ میں ہوئی۔ جب خلیفہ عثمان رضؓ نے ان کے لئے خمس الخمس (پچیسواں حصہ) مقرر کیا تھا۔ اور اس کا سال ۲۶ھ تھا۔"

ثالثاً: یہ کہ طبری کی روایت ہے کہ خلیفہ عثمان رضؓ نے عمروؓ کو خراج مصر سے ہٹا کر ان کی جگہ عبداللہ بن سعد کو مقرر کر دیا تھا۔ جس کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے اور اپنی اپنی شکایات خلیفہ کے پاس بھیجنے لگے۔"

ظاہر ہے کہ اس شکوہ شکایت اور پھر خلیفہ کے غور و فکر کے بعد فیصلہ کرنے میں بھی یقیناً کچھ نہ کچھ وقت ضرور خرچ ہوا ہو گا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) انہوں نے خلیفہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ عمروؓ کو مصر بھیج دیں تاکہ وہ رومی افواج کا مقابلہ کریں۔ اس لئے کہ وہ جنگ کے ماہر بھی ہیں اور دشمن کے دل پر ان کا رعب بھی ہے چنانچہ خلیفہ نے ان کی خواہش پوری کر دی۔

لہ تاریخ عمرو بن العاص ص ۱۹۹

بناءً علیہ ڈاکٹر حسن ابراہیم[1] حسن کی رائے ہے کہ عمروؓ کی معزولی رومیوں کے قبضۂ اسکندریہ کے بعد ۲۶ھ کے اخیر یا ۲۷ھ کے شروع میں پیش آئی ہے۔ اور یہ رائے اس لئے بھی قابلِ ترجیح ہے۔ کہ عبداللہ بن سعد مصر کے والی افریقہ کی جنگ کے بعد بنائے گئے۔ اور جب یہ بات ثابت ہے تو پھر یہ رائے قابلِ قبول نہیں رہتی کہ ان کی معزولی ۲۵ھ یا اس سے پہلے عمل میں آئی۔

معزولی کے بعد مؤرخین اس بارے میں بھی مختلف الرائے ہیں۔ کہ معزولی کا زمانہ عمروؓ بن العاص نے کس مقام پر گذارا۔

بعض کا خیال ہے کہ وہ مصر ہی میں رہے۔ یہاں تک کہ منویل کا حملہ پیش آگیا۔ اور خلیفہ نے مصر ہی میں ان کے پاس قیادت سنبھالنے کا حکم بھیج دیا۔

بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ مکے چلے گئے تھے اور خلیفہ کا حکم انہیں وہیں ملا۔

بعض کا خیال ہے کہ وہ مدینہ آگئے تھے۔

بعض نے لکھا ہے کہ وہ کچھ عرصہ مدینہ میں قیام کرنے کے بعد فلسطین جا کر گوشہ نشین ہو گئے تھے[2]۔ لیکن اس دوران میں کبھی کبھی مدینہ بھی آجاتے تھے۔

عمروؓ کے ساتھ ایک بات معزولی کا اثر عمروؓ کے دل و دماغ پر بہت گہرا پڑا۔ اور وہ خلیفہ کے خلاف غم و غصہ سے بھر گئے۔ اور کہنے والے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ معزولی کے بعد مدینہ آئے اور خلیفہ کی سوتیلی بہن جو اُن کے نکاح میں تھی اُس کو طلاق دے دی[3]

ایک مرتبہ عمروؓ خلیفہ کے پاس اس حال میں پہنچے کہ وہ روئی کا ایک یمنی جُبّہ پہنے ہوئے تھے اور ان دونوں کے درمیان مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی:۔

عثمانؓ۔ تمہارے جبہ میں کیا بھرا ہوا ہے؟

عمروؓ۔ اس کے اندر عمروؓ بھرا ہوا ہے۔

عثمانؓ۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ روئی ہے یا کوئی اور چیز؟

خلیفہؓ نے بات کو ختم کرتے ہوئے عبداللہ بن سعد کے بارے میں سوالات شروع کر دیئے۔

---

[1] ڈاکٹر حسن ابراہیم کی رائے۔ بحوالہ تاریخ عمرو بن العاص صفحہ ۲۰۰

[2] فلسطین میں عمروؓ کا ایک محل تھا جس کا نام (العمدان) تھا

[3] طبری جلد ۵ صفحہ ۱۰۸ و صفحہ ۱۰۹

Marfat.com

Marfat.com

عثمانؓ: تم نے عبداللہ کو کس حال میں چھوڑا؟
عمروؓ: جس حال میں آپ پسند کریں۔
عثمانؓ: اس کا کیا مطلب؟
عمروؓ: اپنی ذات کے لئے بڑے طاقتور اور اللہ کے لئے بے حد کمزور۔
عثمانؓ: میں نے تو انہیں حکم دیا تھا کہ وہ تمہارے نقشِ قدم پر چلیں۔
عمروؓ: آپ نے اس کی طاقت سے باہر حکم دیا۔

طبری کی روایت ہے کہ عمروؓ نے معزولی کے بعد خلیفہ کی بدگوئی شروع کر دی تھی۔ اس لئے انہوں نے انہیں تنہائی میں بلا کر دریافت کیا۔

عثمانؓ: اے نابغہ کے بیٹے تیری بزدلی کے گریبان میں اتنی جرأت میں آخر کس بات نے پیدا کر دی ہیں۔ کیا تم سالِ اول ہی سے عامل رہتے نہیں آرہے تھے۔ اب میری بدگوئی کرتے پھرتے ہو۔ میرے سامنے کیسے تیور لے کر آتے ہو۔ اور پیٹھ پھیرتے ہی تمہارے تیور یکدم کیسے بدل جاتے ہیں۔

عمروؓ: عوام الناس اپنے والیوں کی جو شکایات آپ تک پہنچاتے ہیں وہ یک سر غلط ہیں اس لئے اے امیر المومنین آپ کو اپنی رعیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔
عثمانؓ: میں نے تمہیں تمہارے نقائص اور لوگوں کی کثرتِ شکایات کے باوجود بھی عامل بنائے رکھا تھا۔
عمروؓ: میں آپ سے پہلے عمروؓ بن الخطاب کا عامل تھا۔ اور وہ اس حال میں رخصت ہوئے کہ وہ مجھ سے راضی تھے۔
عثمانؓ: اگر میں بھی تم پر ویسی ہی گرفت قائم رکھتا جیسی گرفت عمرؓ رکھتے تھے تو تم سیدھے رہتے۔ لیکن میں نے تمہارے معاملہ میں نرمی سے کام لیا تو تم زیادہ بگڑی ہو گئے۔ یقین کر لو کہ بیشک میرے آدمی تمہارے مقابلہ میں زیادہ تھے اور اس خلافت کے ملنے سے پہلے بھی کثرتِ افراد میں تمہارے مقابلہ میں تمہیں فضیلت حاصل تھی۔

سلہ اس ساری گفتگو سے اس قصہ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ جو عمروؓ کے دل میں حضرت عثمانؓ اور عبداللہ بن سعد کی طرف سے پیدا ہو گیا تھا

Marfat.com

عمروؓ اس بات کو تو چھوڑو۔ اور اس اللہ کا شکر کرو جس نے ہم سب کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے عزت و تکریم بخشی۔ اور پھر ان کے ذریعے سے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا۔ میری ان آنکھوں نے عاص بن وائل کو بھی دیکھا ہے اور تمہارے باپ عفان کو بھی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ عاص تمہارے باپ سے زیادہ باعزت تھے۔

عثمانؓ: ہم دونوں کو جاہلیت کی گفتگو بند کر دینی چاہیئے۔

عمروؓ عثمان کے خلاف غصہ کے جذبات لئے ہوئے باہر نکل آئے[1]۔

عمروؓ کا یہ غم و غصہ حالات کا ایک طبعی تقاضا تھا۔ کیونکہ مصر کو فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کرنے والے صرف عمروؓ ہی تھے۔ مصر کا خیال بھی انہوں نے پیدا کیا۔ خلیفۂ دوم کو مصر کے لئے تیار کرنے والے بھی وہی تھے اور اس کے بعد عملی طور پر اسے فتح کرنے والے بھی وہی۔ فتح ہونے کے بعد اسلامی حکومت کی جڑیں مضبوط کرنے والے بھی وہی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ اہلیت قیادت کے لحاظ سے بھی وہ جملہ اللہ کی بہ نسبت کہیں زیادہ افضل و اعلیٰ تھے۔ اس لئے مصر کی گورنری کے حق دار سب سے زیادہ وہی تھے

اس کے بعد جب فتنہ کبریٰ کا آغاز ہوا۔ اور مسلمانوں کے رجحانات حضرت عثمانؓ سے برگشتہ ہو کر ناگوار صورت اختیار کرنے لگے تو عثمانؓ کو بالآخر انہی عمروؓ بن العاص کی ضرورت پیش آئی۔ اور اہم معاملات میں ان کے مشوروں کے بغیر انہیں کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔

حضرت عثمانؓ نے ایک دن عمروؓ بن العاص کو بلا کر اسی فتنہ کے بارے میں دریافت کیا۔

عثمانؓ: عمرو اس فتنہ کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟

عمروؓ: میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کے مقابلہ میں ضرورت سے زیادہ نرم اغذال سے زیادہ فراخ اور حضرت عمرؓ سے زیادہ فیاض ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ اپنے پیشرو کی پالیسی پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اور سختی کی جگہ سختی سے اور نرمی کی جگہ نرمی سے کام لیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو عوام میں شر پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں آپ کو سخت گیری سے کام لینا چاہیئے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ بلاشبہ نرمی برتنا چاہیئے۔ جو عوام کے خیر خواہ ہیں لیکن آپ ہیں کہ ہر نیک و بد کے لئے فرش راہ بنے ہوئے ہیں"۔

---

[1] ظہری جلد ۵ صفحہ ۱۰۹۱

Marfat.com
Marfat.com

ایک اور موقعہ پر حضرت عثمان رضؓ نے فتنہ ہی کے بارے میں اُن سے مشورہ لیا۔ اور اس وقت دوسرے لوگ بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔

عثمان رضؓ عمرو! اس فتنہ کے بارے میں کیا کرنا چاہیئے؟

عمرو رضؓ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ آپ بنو امیہ کی طرح لوگوں کی گردنوں پر سوار ہو گئے ہیں۔ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہی وہ کہتے ہیں۔ اور آپ ٹیڑھے ہو گئے ہیں تو وہ بھی ٹیڑھے ہو گئے ہیں یا اعتدال پر آیئے یا منصب چھوڑ دیجئے۔ اگر اتنی ہمت نہیں ہے تو پھر اپنے موقف پر ڈٹے رہیئے اور آگے قدم بڑھاتے جایئے۔

عثمان رضؓ: تمہارا کیا حال ہے۔ تم پہلے اپنے گریبان کی جوئیں تو دیکھو۔ اس کے بعد کوئی بات کرنا تمہارا منہ اس قابل ہے کہ ایسی باتیں کرو!

عمرو رضؓ خاموش ہو گئے۔ اور جب باقی سب لوگ چلے گئے تو بولے:۔

عمرو: نہیں نہیں اے امیر المومنین۔ خدا کی قسم آپ کا احترام تو میرے دل میں میری اس گفتگو کے برخلاف بہت زیادہ ہے۔ لیکن میں نے وہ باتیں اس لئے کہی تھیں۔ کہ دروازے پر بہت سے لوگ جمع ہیں۔ اور آپ نے ہم کو مشورہ کے لئے بلایا ہے تو میں نے مناسب سمجھا کہ اپنی بات اُن کے کانوں تک پہنچا دوں۔ اور اس کے نتیجہ میں آپ کے لئے کوئی بہتر صورت پیدا کر لوں یا شر کو آپ کی ذات تک پہنچنے سے روک سکوں۔

خلیفہ حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ جب ان کا اختلاف بہت شدت اختیار کر گیا تو انہوں نے مدینہ چھوڑ کر فلسطین میں قیام اختیار کر لیا۔ اور آنے والے اہم واقعات کا اسی جگہ انتظار کرتے رہے۔

حضرت عثمان رضؓ کے دور کی تاریخ سے یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو دوسرے بڑے بڑے صحابہ رضؓ کے مقابلہ میں ترجیح دی۔ اور ان نصیحتوں پر ذرا دھیان نہ دیا۔ جو مخلصین کی طرف سے ان کے گوش گذار کی جاتی رہیں۔ خلافت سے دستبرداری کے لئے اخیر وقت تک تیار نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ فتنہ کبریٰ شباب پر پہنچ کر بالآخر ان کی شہادت پر منتج ہوا۔

ڈاکٹر محمد اسعد طلس کا بیان ہے کہ:۔

"لوگوں کو عثمان رضؓ کے خلاف سب سے زیادہ ابھارنے والی بات یہ تھی کہ انہوں نے ان بڑے بڑے صحابیوں کو جنہیں حضرت عمر رضؓ نے مناصب سپرد کر

Marfat.com
Marfat.com

رکھے تھے۔ معزول کرکے ان کی جگہ ایسے آدمیوں کو مقرر کر دیا تھا جو نشانۂ لعن تھے۔ اس ذیل میں نمایاں مثالیں دو ہیں (۱) بصرہ سے ابو موسیٰ اشعریؓ کی معزولی اور عبداللہؓ بن عمر کی تقرری (۲) مصر سے عمروؓ بن العاص کی معزولی اور عبداللہؓ بن سعد کی تقرری۔[1]

شہادت عثمانؓ مدینہ سے کچھ لوگ فلسطین پہنچے تو عمرو نے خلیفہ عثمانؓ کے بارے میں حال دریافت کیا۔ ان میں سے ایک نے جواب دیا: "میں انہیں سخت محاصرہ میں چھوڑ آیا ہوں۔"

اس پر عمرو نے فرمایا کہ:

"انا عبد اللہ۔ قد یفرط البعیر المکواۃ فی النار" (میں اللہ کا بندہ ہوں اونٹوں کی قطار اس وقت ہوا خارج کرتی ہے جب داغ کا لوہا بھٹی میں ہوتا ہے)

اس کے بعد پھر دوسرے وفود عمرو سے ملے جن کے ساتھ ان کے دو بیٹے محمد اور عبداللہ اور ایک اور شخص سلامہ بن روح جذامی بھی تھے۔ تو عمرو نے ان سے بھی دریافت کیا کہ "اس شخص کا کیا بنا؟" تو ان میں سے ایک نے جواب دیا کہ: "شہید کر دیئے گئے۔"

یہ سن کر عمرو بولے:

"میں اللہ کا بندہ ہوں۔ جب کسی زخم کو کھجلاتا ہوں۔ تو اس سے خون نکال کر چھوڑتا ہوں۔ میں اس شخص کے لئے اس بات کا زیادہ حریص تھا کہ وہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں چرایا کرتا۔"

---

[1] تاریخ الامۃ العربیہ ص ۱۳۱

[2] شخص سے مراد عثمان بن حنان ہیں

Marfat.com
Marfat.com

(۴)

علیؓ اور معاویہؓ کے ساتھ

"اے معاویہ خدا کی قسم آپ اور علی دونوں باہم اونٹ کے دو طرفہ وزن کی طرح ہیں۔ اگر ایک طرف آپ ہیں علی کی ہجرت، سبقت فی الاسلام، صحبتِ رسول، جہاد فی سبیل اللہ، عقل و ادراک اور علم و فضل نہیں ہے۔ تو دوسری طرف آپ کے بھی کچھ امتیازی خصائص ہیں۔ اب یہ بتائیے کہ اگر میں علیؓ کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دوں۔ تو آپ میرے لئے کیا کریں گے"؟

عمرو بن العاص

معاویہؓ سے گفتگو کرتے ہوئے

(۱)

ثالثی تک

معاوی لا اعطیک دینا ولا امانل
به منک دینا فانظرن کیف تصنع
فان تعطنی مصرا فاربح بصفقة
اخذت بها شیخا یضر وینفع

اے معاویہ میں اپنی اطاعت آپ کے حوالے
نہیں کرسکتا جب تک کہ آپ کی طرف سے اس
(۱) کا کوئی بدلہ نہ پاؤں۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ
آپ کو کیا کرنا ہے۔
اگر آپ مجھے مصر دے سکتے ہیں تو میں اپنے
آپ کو بھی اس سودے میں نفع یاب سمجھوں گا
(۲) اور آپ بھی مصر دے کر ایک ایسے بوڑھے کو
حاصل کرلیں گے۔ جو نفع اور نقصان دونوں کی
مقدرت رکھتا ہے۔

عمرو بن العاص

ثالثی سے پہلے معاویہؓ سے بات کرتے ہوئے

Marfat.com
Marfat.com

حضرت علیؓ حضرت عثمان رضؓ پر حملہ کرنے والے مسلمانوں کا خیال تھا کہ وہ تمام مشکلات جنہوں نے عہدِ عثمانی میں ملتِ اسلامیہ کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا تھا قتلِ عثمان رضؓ کے بعد ختم ہو جائیں گی۔ لیکن عثمان رضؓ کا قتل ہونا تھا کہ مشکلات کا ایک نیا دور پہلے سے بھی زیادہ خوفناک طریقہ سے شروع ہو گیا اور فتنوں کا دروازہ بڑی شدت کے ساتھ کھل گیا۔

مسلمانوں نے حضرت علی رضؓ کو خلافت کے لئے پسند کیا۔ اور ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ کو جمعہ کے دن اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کے قتل کے بعد انصار اور مہاجرین کے کچھ لوگ حضرت علی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:۔

عوام: لوگوں کے لئے کسی امام کا ہونا ضروری ہے۔ اور آپ موجودہ لوگوں میں سب سے زیادہ افضل ہیں۔

علی رضؓ: مجھے تمہاری امارت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کسی اور شخص کو منتخب کر لو جس کی بیعت میں بھی کر لوں گا۔

عوام: ہم تو آپ کے سوا کسی کو پسند نہیں کرتے ..... ہمارے نزدیک تو آپ سے زیادہ کوئی بھی خلافت کا حق دار نہیں ہے۔ آپ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ قرابت رکھنے والے ہیں۔

علی رضؓ: ایسا نہ کرو۔ میں امیر بننے سے زیادہ وزیر رہنے کو پسند کرتا ہوں۔

عوام: خدا کی قسم ہم آپ کو ہرگز نہ چھوڑیں گے جب تک کہ آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت نہ کر لیں۔

اس پر آپ نے ان کی بات مان لی۔ اور انہیں مسجد نبوی میں لے جا کر بیعتِ خلافت لے لی۔

مسلمانوں کی تقسیم حضرت علی رضؓ خلافت حاصل کر کے ابھی آرام سے بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ مسلمان مختلف الرائے ہو کر گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور ہر ایک اپنی اپنی ڈفلی بجانے لگا۔

(۱) شام میں بنو امیہ نے حضرت معاویہ رضؓ کی قیادت میں حضرت عثمان رضؓ کے خون کا مطالبہ کھڑا کر دیا۔ اور قاتلین کو قتل پر ابھارنے کا غلط الزام حضرت علی رضؓ پر ڈالنے لگے۔

(۲) قاتلین کا ایک گروہ حضرت علی رضؓ کی تائید میں کھڑا ہو گیا۔ اور رائے پیش کی کہ علی رضؓ کی خلافت

Marfat.com

کو بزورِ شمشیر نافذ کر دیا جائے۔

(۳) تیسرے فریق کا موقف یہ تھا کہ خلافت کا انتظام اسی صورت سے کیا جائے جس صورت سے حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں تھا۔ اس فریق کی نمائندگی طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ کر رہے تھے جن کے ساتھ حضرت عائشہ رضؓ بھی تھیں۔ اور یہ تینوں پہلے تو دباؤ کے ماتحت حضرت علی رضؓ کی بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ پھر اس کے بعد بیعت توڑ دی تھی[1]

(۴) ایک چوتھا فریق ایسا بھی تھا جو سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے گوشۂ تنہائی اختیار کر چکا تھا۔ اور اُس نے خلافتِ اسلامیہ کے سیاہ و سفید سے اپنی دلچسپی کو بالکل ختم کر دیا تھا طبری عبداللہ بن الحسن سے نقل کرتا ہے کہ:-

"تمام انصار اور مہاجرین نے حضرت علی رضؓ کی بیعت کر لی تھی لیکن بعض مقتدر صحابہ ایسے بھی تھے جنہوں نے بیعت سے انکار کیا تھا۔ اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں :-

عبداللہ بن عمر رضؓ۔ حسان بن ثابت رضؓ۔ سعد بن ابی وقاص رضؓ۔ کعب ابن مالک رضؓ مسلمہ بن مخلقہ رضؓ۔ ابو سعید خدری رضؓ۔ محمد بن مسلمہ رضؓ۔ نعمان بن بشیر رضؓ۔ قدامہ بن مظعون رضؓ زید بن ثابت رضؓ۔ رافع بن خدیج رضؓ۔ اسامہ بن زید رضؓ۔ فضالہ بن عبید رضؓ۔ عبداللہ بن سلام رضؓ مغیرہ بن شعبہ اور صہیب بن سنان رضؓ۔

عمرؓ کا موقف اس میں شک نہیں کہ عمر رضؓ نے امیر المومنین عثمان رضؓ کی شہادت سے خوشی محسوس[2] کی۔ اور اسی وجہ سے وہ اُس گروہ میں شامل نہیں ہوئے جو قتلِ عثمان رضؓ پر غضب ناک تھا۔ بلکہ غیر جانبداری کے ساتھ حالات کا مطالعہ کرتے اور کسی ٹھوس نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے رہے۔ تاکہ وہ اپنے آئندہ اقدام کے لئے کوئی واضح پروگرام تیار کرنے کے بعد میدانِ عمل میں آئیں۔ عمر رضؓ کے لئے اس موقف میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کہ وہ سعد بن رضؓ وقاص وغیرہ کی طرح سیاسیات

---

[1] حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا جیسی طاہرہ اور حضرت طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ جیسے مقدس اور محترم صحابیوں کے متعلق جن کو اسی دنیا میں جنتی ہونے کی خوش خبری مل چکی تھی، اس قسم کا الزام قبول کرنے کے لئے دل ہرگز آمادہ نہیں ہوتا خواہ تاریخی روایات کتنی ہی اس کی تائید میں ہوں (محمد احمد پانی پتی)

[2] یہ مصنف کا اپنا خیال ہے ضروری نہیں کہ مترجم اور قارئین کرام بھی اس سے متفق ہوں (محمد احمد پانی پتی)

Marfat.com
Marfat.com

سے کنارہ کش ہو کر بیٹھ جائیں۔

انہوں نے اپنی ذکاوت، تجربہ اور سیاسی سوجھ بوجھ سے زبیرؓ، طلحہؓ اور سیدہ عائشہؓ کے موقف کے بارے میں اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ وہ بہت کمزور اور جلد مضمحل ہو جانے والا ہے۔ اور اس کی حمایت کرنے والا فریق بجائے خود اتنا کمزور ہے کہ حضرت علیؓ کا مقابلہ کر کے اُن کی خلافت کو ختم کرنے اور اس کے بجائے حضرت ابوبکرؓ جیسی خلافت قائم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور ان کا یہ گمان آگے چل کر درست بھی نکلا۔ جب اس فریق نے جنگ جمل میں شکست کھائی۔ طلحہؓ اور زبیرؓ شہید کیے گئے اور سیدہ عائشہؓ کو عزت و تکریم کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا گیا۔

عمروؓ، حضرت علیؓ کے ساتھ شریک ہونے میں اس لئے متردد تھے۔ کہ انہیں حضرت علیؓ کی اس مزاجی خصوصیت کا علم تھا۔ کہ وہ ملکی معاملات میں اپنی ذات کے علاوہ کسی دوسرے پر بھروسہ کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اور جہاں تک ہو سکتا دوسروں ہی کو اپنی رائے کا تابع کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور انہیں اُن سے اس بات کی ہرگز امید نہیں تھی کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سیاست کی بنیاد شوریٰ پر رکھیں گے۔

عمروؓ کا یہ توقف اس وجہ سے بھی تھا کہ ہمیشہ سے اُن کی عادت اور مزاجِ طبعی میں یہ بات شامل تھی۔ کہ وہ اس وقت تک کسی کام میں بھی قدم آگے نہ بڑھاتے تھے جب تک کہ انہیں آثار و قرائن کے ذریعہ اپنی کامیابی کا یقین نہ ہو جاتا تھا۔ اُن کی زندگی کی تفصیلات اس بات کی واضح طور پر تائید کرتی ہیں ——— مثلاً وہ اسلام ہی میں اُس وقت داخل ہوئے جب انہیں یقین ہو گیا کہ حالات کا پانسہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کی طرف پلٹتا جا رہا ہے۔ اور بتوں کا دور رُو بزوال ہے۔ اُن کے اسلام کے باب میں ہم اس بات کا ذکر کر آئے ہیں کہ انہوں نے حبشہ کی ہجرت اسی لئے کی تھی کہ وہ وہاں بیٹھے ہوا کا رُخ دیکھتے رہیں۔ اور جس طرف کا پلڑا جھکتا دکھائی دے اُسی طرف اپنا وزن بھی ڈال دیں۔

چنانچہ آج بھی وہ اسی ذہن کے مطابق مدینہ سے دُور بیٹھے ہوئے بیعتِ علیؓ کی پیچیدگی کا جائزہ لے رہے تھے۔

طلحہؓ، زبیرؓ اور سیدہ عائشہؓ کے فریق کے درمیانی میں سے نکل جانے کے بعد میدان میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے دو فریق باقی رہ گئے۔ جن میں حضرت معاویہؓ بنو امیہ

Marfat.com

کی نمائندگی کرتے تھے اور حضرت علی رضؓ بنو ہاشم کی۔ اور یہ دونوں قبیلے زمانۂ جاہلیت ہی سے ایک دوسرے کے دشمن چلے آرہے تھے۔ اور اسلام نے دشمنی کی آگ ان کے درمیان بھڑکا دی تھی۔ اس وقت حضرت علی رضؓ اور حضرت معاویہ رضؓ پر وہی پرانا اثر ظاہر ہو رہا تھا۔ اور پرانے مناقشات ایک ایک کرکے دونوں کے سامنے آرہے تھے۔ حضرت علی رضؓ نے حضرت معاویہ رضؓ کے بھائی کو قتل کیا تھا۔ اور اُن کے باپ کے ساتھ متعدد مقامات پر جنگ کی تھی۔ اور تازہ سبب یہ کہ حضرت معاویہ رضؓ حضرت عثمان رضؓ کی طرف سے شام کے فرماں روا ہونے کے ساتھ اُن کے قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ اس لئے انہی پر یہ فرض بھی عائد ہوتا تھا کہ خونِ عثمان کا مطالبہ لے کر اٹھیں۔

آخر حضرت معاویہ رضؓ نے عمروؓ کی طرف نظر دوڑائی۔ اور اُنہیں اپنی مدد کے لئے دعوت دی۔ جسے عمروؓ کے زخم خوردہ جذبات نے لبیک کہا۔ دونوں ایک دوسرے کے حلیف اور ساتھی بن گئے اور قصاصِ عثمان کا مطالبہ استحکام پکڑ گیا۔ اور اسے مزید پختگی حضرت علی رضؓ کے اس طرزِ عمل سے ہوئی کہ حضرت علی رضؓ نہ صرف یہ کہ قتلِ عثمان کو ٹالتے رہے بلکہ انہوں نے اُلٹا قاتلوں کو اپنا مددگار بنا لیا۔ اور مزید یہ کہ حضرت معاویہ رضؓ کو شام سے معزول کرنے کا حکم بھی صادر فرما دیا۔

مشورے جنگ جمل میں کامیاب ہونے کے بعد حضرت علی رضؓ کوفہ پہنچے۔ اور وہاں سے ایک قاصد حضرت معاویہ رضؓ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ میرے ہاتھ پر سب مہاجرین و انصار نے بیعت کر لی ہے۔ اس لئے تم بھی آکر بیعت کر لو۔ طلحہ رضؓ، زبیر رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ نے میرے مقابلہ میں خروج کیا تھا اس لئے میں نے اُن سے جنگ کی۔ اب تم آؤ اور میری اطاعت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت علی رضؓ کے مراسلہ کا متن یہ ہے:۔

"..... امّا بعد عوام الناس نے حضرت عثمان رضؓ کو خود شہید کیا ہے۔ مجھ سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ پھر انہوں نے باہم مشورہ کرکے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ اب جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو تم لوگوں سے میرے لئے بیعت لو اور شرفائے شام کا ایک وفد میرے پاس بھیجو۔"

سلہ مصنف کے اس غلط اور بے بنیاد اتہام میں کوئی صداقت نہیں۔ اپنے اختلافات کو اسلام کے سر منڈھ دینا مصنف کی بہت بڑی جسارت ہے (محمد احمد پانی پتی)

Marfat.com

حضرت معاویہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ کا یہ خط پڑھنے کے بعد لپیٹ کر رکھ دیا۔ اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت علی رضؓ کے قاصد جریرؓ[1] ابن عبداللہ جب بھی حضرت معاویہ رضؓ سے جواب کا تقاضا کرتے تو حضرت معاویہ رضؓ انہیں مندرجہ ذیل اشعار سنا دیتے :۔

(۱) لدم زاد امتحصن اوخذن بیدی | حربا ضروسا تشیب الجزل والضرما
(۲) فی جارکم دابنکم اذکان مقتله | شنعاء شیبت الاصداغ واللمما
(۳) احیا الحسود بها السید دون فلم | یجد لها غیرنا مولی ولاحکما

ترجمہ:۔ (۱) قلعہ کے استحکام کی طرح صبر و سکون سے کام لو اور اگر زیادہ ہی جلدی ہے تو پھر میری طرف سے ایسی شدید جنگ کا تحفہ لے جاؤ جو چھوٹے موٹے ایندھن کے ساتھ بڑے بڑے قصبوں بلیغوں کو بھی جلا کر خاکستر کر دے۔

(۲) وہ جنگ جو تمہارے بیٹوں، پوتوں کے ساتھ ساتھ تمہارے پڑوسیوں کو بھی نہ چھوڑے اور جو اتنی شدید اور خوفناک ہو جو زلفوں اور کنپٹیوں کو بڑھاپے تک پہنچا دے۔

(۳) اور پھر اس جنگ کا نتیجہ یہ ہو کہ حاسد اور سردار سب اس کے مقابلہ سے عاجز آجائیں۔ اور آخر کار انہیں ہماری ہی سرداری اور ثالثی کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑیں۔

حضرت معاویہ رضؓ اس بارے میں بھی مشورے کے لئے اپنے سابق مشیر عمرو بن العاص ہی کی طرف متوجہ ہوئے۔

---

[1] جریر اسی سال ایمان لائے جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے چالیس دن پہلے اسلام قبول کیا۔ اور ان چالیس دنوں میں نہ آپ نے اندر آنے سے روکا اور نہ ایسا ہی ہوا کہ مجھے دیکھا ہو اور تبسم نہ فرمایا ہو۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی کلاع اور ذی رعین میں ان کو اپنا نائب بنا کر بھیجا۔ اور یہ اتنے خوبصورت تھے کہ حضرت عمرؓ ان کو "اس امت کا یوسف" فرمایا کرتے تھے۔ اور وہ خود بھی اپنے بارے میں کہتے تھے کہ میں جاہلیت میں بھی سردار ہی رہا اور اسلام میں بھی۔ آخر میں کوفہ جا بسے تھے اور ۵۱ھ میں وہیں وفات پائی۔ ان کے بارے میں یہ شعر بھی کہا گیا ہے:۔

لولا جریر هلکت بجیلة | نعم الفتی وبئست القبیلة
اگر جریر نہ ہوتے تو قبیلہ بجیلہ ہلاک ہو جاتا | جوان اچھا ہے لیکن قبیلہ برا

Marfat.com

ایک روایت کے مطابق عتبہ بن ابی سفیان نے معاویہ رضؓ کو مشورہ لینے کی رائے دی تھی، چنانچہ انہوں نے عمروؓ کو مندرجہ ذیل مراسلہ بھیجا:۔

"..... امابعد! علی رضؓ اور طلحہ رضؓ و زبیر کا معاملہ جس انجام تک پہنچا۔ اس کی اطلاع تمہارے پاس پہنچ چکی ہوگی۔ اب علی رضؓ کی بیعت کے لئے جریر بن عبداللہ آئے ہوئے ہیں۔ اور میں نے اپنا مشورہ تمہارے مشورہ پر موقوف رکھا ہوا ہے[1]۔ اللہ کا نام لے کر فوراً مجھ سے آکر ملاقات کرو[2]"

عمروؓ نے اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور محمد کو بلا کر حضرت معاویہ رضؓ کا خط سنا دیا۔ اور اس کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ جس پر عبداللہ کا مشورہ یہ تھا:۔

"بوڑھے ابا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ اس حال میں کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ ان کے بعد حضرت ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ بھی اسی حال میں سدھارے کہ آپ سے خوش تھے۔ اب آپ کے لئے یہ بات ہرگز مناسب نہیں کہ اپنے دین کو اس قلیل دنیا کے حوالے کر دیں۔ جو آپ کو معاویہ رضؓ کا ہاتھ دینے سے حاصل ہو جائے گی[3]"

اس کے برخلاف محمد کا مشورہ یہ تھا کہ:۔

"اس کام میں جلدی کیجئے اور ردوم بننے کی بجائے سربننے کی کوشش کیجئے۔"

---

[1] دوسری روایت میں یہ ہے کہ "آجاؤ اس بارے میں تم سے تبادلہ خیالات کرنا ہے۔"

[2] یعقوبی جلد ۱ صفحہ ۲۱۸

[3] ایک روایت کے مطابق عبداللہ کے الفاظ یہ تھے:۔ "اگر کچھ کرنا ہی ہے تو علی رضؓ کے لئے کرو۔" جس کے جواب میں عمروؓ نے فرمایا۔ "تیری ماں تجھ پر روئے۔ اگر میں علی رضؓ کو مدد دیتا ہوں تو وہ مجھے اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں دیں گے کہ میں بھی عام مسلمانوں میں سے ایک ہوں۔ اور اگر معاویہ کو مدد دوں گا تو وہ مجھے ہر چیز میں اپنا لیں گے۔" اس پر عبداللہ نے عرض کیا۔ "میری رائے تو یہ ہے کہ آپ گھر بیٹھے رہیئے اور اسی میں آپ کے دین کی حفاظت ہے۔" لیکن اس کے برخلاف محمد نے کہا کہ "آپ نہ صرف عرب کے شرفاء میں سے ایک ہیں بلکہ عرب کی کنجی ہیں یہ کوئی رائے نہیں ہے کہ عرب اپنا سب سے بڑا مسئلہ حل کر رہے ہوں اور آپ کسی مقام پر نظر نہ آئیں۔" اس کے بعد عمروؓ نے دونوں کو خطاب کر کے فرمایا: "عبداللہ تم نے ایسا مشورہ دیا۔ جو میری آخرت کے لئے بہتر ہے لیکن اے محمد تم نے وہ مشورہ پیش کیا جس پر میری آئندہ عزت اور شہرت کا انحصار ہے۔"

Marfat.com
Marfat.com

عمرو نے دونوں کے مشورے سن کر جو جواب دیا وہ مندرجہ ذیل اشعار کی صورت میں تھا:۔

(۱) تطاول لیلی للنجوم الطوارق | وخوف اللتی تجلو وجوہ العواتق
(۲) فان ابن ھند سالنی ان ازورہ | وتلک التی فیھا نیھا نات الیوائق
(۳) وقد قال عبد اللہ قولا تعلقت | بہ النفس ان لم یعتقلنی عوائق
(۴) وخالفہ فیہ اخوہ محمد | وانی لصلب العود عند الحقائق

ترجمہ:(۱) میری ساری رات ستارگانِ صبح کے انتظار اور اس جنگ کی سوچ بچار میں بیت گئی جس میں کندھوں کی آزمائش ہوتی ہے اور چہروں پر پالش کیا جاتا ہے۔

(۲) ہاں ہاں ابن ہند نے مجھے ملاقات کے لئے بلایا ہے۔ اور میں خوب جانتا ہوں۔ کہ اس ملاقات کے پردے میں کیسی کیسی حسین دخترانِ ہلاکت چھپی بیٹھی ہیں۔

(۳) عبداللہ نے جو مشورہ دیا ہے وہ بلاشبہ دل پسند ہے۔ لیکن موانع کی زنجیریں مجھے جکڑ کر کسی دوسری ہی سمت لے جانا چاہتی ہیں۔

(۴) محمد نے عبداللہ کے خلاف مشورہ دے کر مجھے ایسی آزمائش کے لئے تیار کیا ہے جس کے لئے میری کمر مضبوط اور حوصلے بلند ہیں۔

عمرؓ شام میں | بالآخر عمروؓ نے شام کی طرف کوچ کر دیا۔ اور حضرت معاویہ رضؓ سے ملاقات کر کے مشورہ دیا۔ کہ حضرت علیؓ کی بیعت قبول نہ کریں۔ اور خونِ عثمان کی بنیاد پر شامی فوج کے ساتھ اُن سے جنگ کریں۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ معاویہ رضؓ حضرت عثمان رضؓ کی طرف سے شام کے گورنر تھے اور اپنی سلامت روی اور پسندیدہ برتاؤ کی بنا پر رعایا کے دلوں میں گھر کر چکے تھے۔ اس لئے شام کی افواج جاں نثاری کے لئے ان کے اشارۂ چشم و ابرو کی منتظر رہتی تھیں۔

لین دین | حضرت معاویہ رضؓ نے عمرو سے کہا:۔ "عمروؓ ہاتھ بڑھاؤ اور بیعت کر لو" تو عمروؓ نے جواب دیا:۔

"ہاں ہاں ضرور، لیکن پہلے یہ بات سن لو کہ میں اپنی اطاعت اُس وقت تک دینے کے لئے تیار نہیں ہوں جب تک کہ تمہاری دنیا میں سے کچھ حصہ دے لوں"۔ اس پر حضرت معاویہ بولے "مصر تمہارے لئے برغمال ہے"۔ اس پر عمروؓ نے مندرجہ ذیل اشعار پیش کئے:۔

(۱) معاوی لا اعطیک دینا ولم اثل | بہ منک دنیا فانظرن کیف تصنع

Marfat.com

(۲) فان تعطنی مصرافاربح بصفقة اخذت بها شیخا یضر وینفع

ترجمہ:- (۱) اے معاویہ میں اپنی اطاعت آپ کے حوالے نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ آپ کی طرف سے اس کا کوئی بدلہ نہ پاؤں۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ آپ کو کیا کرنا چاہیئے۔

(۲) اگر آپ مجھے مصر دے سکتے ہیں تو میں اپنے آپ کو بھی اس سودے میں نفع مند سمجھوں گا۔ اور آپ بھی مصر دے کر ایک ایسے بوڑھے کو حاصل کر لیں گے۔ جو نفع اور نقصان دونوں کی مقدرت رکھتا ہے۔

ایک روایت میں دونوں کی گفتگو کا متن مندرجہ ذیل بیان کیا گیا ہے:-

"اے معاویہ خدا کی قسم آپ اور حضرت علی رضؓ دونوں باہم اونٹ کے دو طرفہ وزن کی طرح ہیں۔ اگر ایک طرف آپ میں حضرت علی رضؓ کی ہجرت، سبقت، صحبت، جہاد، سمجھ اور علم نہیں ہے تو دوسری طرف آپ کے بھی کچھ امتیازی خصوصیات ہیں اب یہ بتایئے کہ اگر میں حضرت علی رضؓ کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دوں۔ تو آپ میرے لئے کیا کریں گے؟"

اس کے جواب میں حضرت معاویہ رضؓ نے فرمایا:-

"مصر کی حکومت دے دوں گا"۔

عمروؓ نے اس کے بعد حضرت معاویہ رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حضرت معاویہ رضؓ نے مصر کی حکومت کا وعدہ دے دیا۔

حضرت علی رضؓ کے قاصد جریرؓ[1] نے واپس جا کر کہہ دیا کہ حضرت معاویہ رضؓ نے بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ اور وہ جنگ پر تیار ہیں۔ شام کی فوجیں ان کے تابع فرمان ہیں۔ انہوں نے حضرت عثمان رضؓ کے خون آلودہ کرتے اور زوجہ عثمان رضؓ کی کٹی ہوئی انگلیوں کا مظاہرہ منبر پر کر کے عوام کو قصاص پر آمادہ کر لیا ہے۔ اور سب اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ کے خون کی ذمہ داری سراسر حضرت علی رضؓ کے سر ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے قاتلین عثمان کو اپنی

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ جب جریر رضؓ کو معاویہ رضؓ کے پاس دیر لگ گئی تو حضرت علی رضؓ نے انہیں مندرجہ ذیل تنبیہ لکھ بھیجی:-

"جونہی تمہیں میری یہ تحریر ملے تو معاویہ کو مجبور کرو کہ وہ دو باتوں میں سے ایک کا جلد فیصلہ کر لے۔ آراستہ جنگ، یا فائدہ بخش اطاعت۔ اگر جنگ پسند کرے تو اسے چھوڑ کر واپس آ جاؤ اور اگر اطاعت کرے تو بیعت لے لو۔

Marfat.com

پناہ میں لے رکھا ہے۔

صفین | حضرت معاویہ رضؓ کے اس موقف نے حضرت علی رضؓ کو بھی حضرت معاویہ رضؓ کے خلاف غضب ناک کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے بھی حضرت معاویہ رضؓ کی گردن جھکانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور ۵ شوال ۳۷ھ کو ۹۰ ہزار فوج کے ساتھ حضرت معاویہ رضؓ کی طرف نقل و حرکت شروع کر دی۔

اُدھر سے حضرت معاویہ رضؓ کی ۵۰ ہزار شامی فوج بھی حرکت میں آ گئی۔ اور دریائے فرات کے ایک ایسے ساحلی مقام پر فروکش ہو گئی۔ جہاں سے انہوں نے حضرت علی رضؓ کی فوج کو پانی حاصل کرنے سے روک دیا۔

عمروؓ نے حضرت معاویہ رضؓ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا:۔ "حضرت علی رضؓ اور ان کی فوج کے ہزار فوج جن کے کاندھوں پر تلواریں چمک رہی ہیں۔ پیاس کے کرب سے نہیں مریں گے۔ ان کا راستہ چھوڑ دو۔ ہم بھی پانی پئیں اور وہ بھی"۔

لیکن حضرت معاویہ رضؓ نے عمرو کے مشورے کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ:۔

"ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم ان سب کو اسی طرح پیاسا مرجانا چاہیئے جس طرح حضرت عثمان رضؓ نے پیاسے جان دی ہے"۔

پانی کی اس بندش سے غضب ناک ہو کر حضرت علی رضؓ کے ایک سپاہی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:۔

(۱) ایمنعنا القوم ماء الفرات ... وفینا الرماح وفینا السیوف

(۲) وفینا علی لہ صولۃ ... اذا خوفوہ الردیٰ لم یخف

(۳) ونحن غداۃ لقینا الزبیر ... وطلحۃ خضنا غمار التلف

(۴) فما بالنا امس اسد العرین ... وما لنا الیوم شاۃ النجف

ترجمہ (۱) یہ لوگ آج ہمارا پانی بند کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے پاس تیر بھی ہیں اور تیر انداز بھی

(۲) ہمارے درمیان علی رضؓ کی وہ صولت بھی جسے بڑی سے بڑی ہلاکت بھی خوفزدہ نہیں کر سکتی

(۳) ہم کل زبیرؓ اور طلحہؓ کے مقابلہ میں بھی موت کے سمندر میں غوطہ زنی کر چکے ہیں

(۴) اے جھاڑی کے شیر دا کل تم ہمارا حال دیکھ چکے ہو۔ اور آج اسے ٹیلہ کی بکری تو بھی ہمیں آزما لے گی۔

حضرت علی رضؓ نے حضرت معاویہ رضؓ کے مانعینِ آب کے مقابلہ میں اپنا دستہ بھیج کر ان سے

Marfat.com
Marfat.com

پانی کا راستہ صاف کروا لیا۔ اور خود اُس پر قابض ہو گئے۔ لوگوں نے ردِ عمل کے طور پر چاہا کہ معاویہ رض کا پانی بند کر دیں لیکن حضرت علی رض نے فرمایا کہ "پانی اللہ کی ایک عمومی نعمت ہے جس سے کسی بھی فرد بشر کو محروم نہیں کرنا چاہیئے"۔

چنانچہ انہوں نے معاویہ رض کے ساتھیوں سے چشم پوشی کی۔ اگرچہ اس دریا دلی سے حضرت علی رض کے ساتھیوں نے ناگواری محسوس کی لیکن حضرت علی رض نے ان کی کوئی پروا نہیں کی۔

حضرت معاویہ رض نے حضرت علی رض کے پاس سفارت بھیجی کہ پیش آمدہ صورت حال کے ختم کرنے اور مسلمانوں کو افتراق سے بچانے اور دوبارہ متحد کرنے کے لئے گفت و شنید کا آغاز ہونا چاہیئے

صلح | گفت و شنید شروع ہو گئی۔

سب سے پہلے جس بات پر اتفاق ہوا وہ یہ تھی کہ محرم ۳۷ھ کے اخیر تک جنگ موقوف رکھی جائے۔

اس کے علاوہ جن منافشات پر رد و قدح ہوئی اس کا کوئی بھی فیصلہ کن نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

صلح کی مدت ختم ہوتے ہی صفر ۳۷ھ کے پہلے دن جنگ کا آغاز کر دیا گیا۔ حضرت علی رض کی صفوں سے روزانہ ایک بہادر نکلتا اور حضرت معاویہ رض کا بہادر اس کا مقابلہ کرتا۔ لیکن اس بے نتیجہ جنگ حضرت علی رض نے زیادہ دیر تک پسند نہ کرتے ہوئے گھمسان کا ارادہ کر لیا اور اپنے بہادروں کو ان الفاظ کے ساتھ حملہ کے لئے تیار کر لیا کہ "زیادہ دیر تک ان لوگوں کو اپنی اجتماعی ٹکر سے نہیں بچا سکتے"۔

جنگ | حضرت علی کی فوج نے حملہ میں پیش قدمی کی اور حضرت معاویہ رض کی فوجوں نے بے حد نقصان اٹھایا۔ جنگ کئی دن تک جاری رہی جس کے دوران عمار بن یاسر بھی قتل ہوئے۔ آخر حضرت علی رض کے بہادروں نے ایک ایسا بھرپور حملہ کیا کہ حضرت معاویہ رض کی فوجیں شکست کھا گئیں۔

ایک روایت کے مطابق خود حضرت معاویہ رض نے بھی فرار کا ارادہ کر لیا تھا لیکن فوراً ہی انہیں ابن الطنابہ کے یہ شعر یاد آ گئے۔[1]

(۱) ابت لی همتی و ابی بلائی	واخذی الحمد بالثمن الربیح[2]

---

[1] جیسا کہ ان سے روایت کیے گئے ہیں۔

[2] دوسرے حوالہ جات میں مندرجہ ذیل اشعار ہیں:۔

ابت لی عفتی و ابی بلائی	واقدامی علی البطل المشیح
واعطائی علی المکروہ مالی	واخذی الحمد بالثمن الربیح

Marfat.com

Marfat.com

(۲) واجشامی علی المکروہ نفسی | وضربی هامة البطل المشیح
(۳) وتزلی کلما جشأت وجاشت | مکانک تحمدی او تستریحی
(۴) لادفع من مآثر صالحات | واحمی بعد عن عرضی صحیحی

ترجمہ: میری ہمت اور میری آزمودہ کاری کو یہ بات ہرگز پسند نہیں ہے۔ کہ میں سستی شہرت اور مفت کی تعریف حاصل کرتا پھروں۔

(۲) میرے نفس کا شدائد اور خطرات کی طرف اقدام کرنا اور بڑے بڑے محتاط بہادروں کی کھوپڑیوں پر ضرب لگانا اور

(۳) جب میری ہمت ابلنے اور جوش مارنے لگے تو اس کو یہ کہہ کر محاذ پر جمائے رکھنا کہ تجھے تعریف بھی اسی جگہ گرانی ہے اور استراحت بھی یہیں کرنی ہے۔

(۴) یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ میں سب سے پہلے شریف زادیوں کی آبرو کو بچاؤں۔ اور پھر اس کے بعد اپنی عزت کو محفوظ کروں۔

فتح و نصرت حضرت علی رضؓ کے سامنے کھڑی تھی۔ اور حضرت معاویہؓ اہل شام کی طرف رخ کر کے چلا رہے تھے:۔

"اللہ کا خوف کرو، عزت و حرمت اور عورتوں اور بیٹیوں کے بارے میں"۔

عمروؓ کی تدبیر اپنی فوجوں کو خطرے میں گھرا ہوا دیکھ کر حضرت معاویہ رضؓ اپنے مشیر عمروؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

"ابن العاص ہم تو ہلاک ہو گئے۔ اب تم اپنی پوشیدہ قوتوں کو حرکت میں لاؤ"۔

عمروؓ نے اپنے دماغ کو کریدا اور اس کی گہرائی میں کوئی ایسی تدبیر ڈھونڈنے لگے۔ جس سے محاذ جنگ کا رخ بدلا جا سکے اور حضرت معاویہ کو شکست سے بچایا جا سکے۔ آخر عرب کے اس مشہور مدبر نے ایک تدبیر کی پناہ لی۔ اور پھر اس کی روشنی میں ایک ایسا منصوبہ تیار کر لیا جس سے حالات کا رُخ یکایک پلٹ گیا۔ عمروؓ نے شامیوں کے لشکر میں چیخنا شروع کیا کہ:۔

"اے لوگو! جس شخص کے پاس تم میں سے کلام اللہ کے اجزا ہوں، وہ ان کو اپنے نیزے پر بلند کر لے"۔

مصاحف نیزوں پر اٹھائے گئے اور حضرت معاویہ رضؓ کے لشکر سے یہ آوازیں بلند ہونے لگیں کہ:۔

"یہ اللہ کی کتاب فیصلہ ہے ہمارے اور تمہارے درمیان"

Marfat.com
Marfat.com

حضرت علی رضؓ کے لشکر نے بھی اس آواز کو سنا تو انہوں نے بھی اس نعرے کا جواب اس نعرے سے دیا کہ:۔

"ہم کتاب اللہ کے فیصلے کا استقبال کرتے ہیں"۔

وقوع فتنہ اس طرح عمرو اس حمیت اور شدت کو توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ جو اس وقت حضرت علی رضؓ کی صفوں میں پائی جاتی تھی۔ اور گویا انہوں نے اس فتح کو ان سے دور کر دیا جو ان کے بالکل قریب آ چکی تھی۔ سچ پوچھا جائے تو انہوں نے اپنی تدبیر سے حضرت علی رضؓ کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا۔ حضرت علی رضؓ بھی اس زبردست فریب کو بھانپ گئے اور اپنے سالاروں سے اس کا ذکر کیا۔ لیکن انہوں نے حضرت علی رضؓ سے اتفاق نہیں کیا۔ اور ان کے محاذ کا ایک حصہ اشتر کی قیادت میں برابر جنگ کرتا رہا۔ حضرت علی رضؓ کے ساتھیوں نے انہیں مجبور کیا کہ پورے محاذ پر جنگ بند کرائیے۔ اور ان کے مجبور کرنے سے اشتر کے پاس جنگ بندی کا پروانہ بھیج دیا گیا۔ لیکن اشتر نے یہ کہتے ہوئے حکم ماننے سے انکار کر دیا کہ:۔

"یہ وقت نہیں ہے کہ آپ مجھے میرے مقام سے ہٹائیں۔ مجھے امید ہے کہ بہت جلد فتح ہونے والی ہے اس لئے ذرا صبر سے کام لیجئے"۔

عوام الناس جوش میں آ چکے تھے اس لئے انہوں نے مطالبہ میں زیادہ شدت اختیار کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"خدا کی قسم آپ نے اشتر کے پاس جنگ بند کرنے کا نہیں بلکہ جنگ جاری رکھنے کا حکم بھیجا ہے۔ اس کو فوراً اپنے پاس بلائیے۔ ورنہ ہم آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے"۔

پھر ایک قاصد اشتر کے پاس روانہ کیا اور قاصد سے کہا:۔

"اشتر سے جا کر یہ بات کہنا کہ فتنہ پیدا ہو چکا ہے۔ اور تمہیں علی رضؓ نے فوراً بلایا ہے"۔

اس کے بعد حضرت علی رضؓ نے اشعث بن قیس کو حضرت معاویہ رضؓ کی طرف ان کا مقصد معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ جس کا جواب حضرت معاویہ رضؓ کی طرف سے یہ ملا کہ:۔

"ہم اور تم دونوں کو کتاب اللہ کے حکم کی طرف پلٹ جانا چاہیئے۔ آپ اپنے میں سے ایک ایسا آدمی بھیجیں جو سب کی طرف سے نمائندہ ہو۔ اور ہم بھی اپنا ایک

Marfat.com

نمائندہ بھیج دیں۔ پھر ان دونوں کو اختیار دے دیں۔ کہ وہ اللہ کی کتاب کے موافق راہِ عمل نکال لیں۔"

حضرت علی رضؓ کے ساتھیوں نے حضرت معاویہ رضؓ کی پیش کش کو قبول کر لیا اہل شام نے اپنی طرف سے عمرو بن العاص کو نمائندہ بنا لیا۔

حضرت علی رضؓ کی فوج نے ابو موسیٰ اشعری کو پسند کیا۔ اور سب نے کہا۔ "ہم ابو موسیٰ پر راضی ہیں۔"

لیکن حضرت علی رضؓ بذات خود ابو موسیٰ کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اور انہوں نے اپنی فوج سے کہہ بھی دیا تھا کہ :-

"تم اس سے پہلے میری نافرمانی کر چکے ہو اب اس بارے میں تو نافرمانی نہ کرو۔"

لیکن جب فوج نے ابو موسیٰ ہی پر اصرار کیا تو حضرت علی رضؓ نے مجبور ہو کر خاموشی اختیار کر لی :

ابو موسیٰ اشعری | عبداللہ بن قیس بن سلیم اشعری یمن میں پیدا ہوئے۔ اور ظہور اسلام کے وقت مکہ آ کر اسلام لے آئے تھے علم و فضل میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ابن عبدالبر نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ "کان علامۃ نسابۃ" (یعنی وہ بڑے پائے کے عالم اور نسب دان تھے) حضرت عمر رضؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر کے ان کی جگہ ان کو بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا جہاں وہ شہادت عثمان رضؓ تک رہے حضرت علی رضؓ سے اِس بنا پر منحرف تھے۔ کہ انہوں نے ان کو منصب سے معزول کر دیا تھا۔

حضرت علی رضؓ کا میلان ابو موسیٰ کی طرف اس لئے نہیں تھا کہ ان کے اندازے کے مطابق وہ ایک دیندار آدمی بے شک تھے لیکن سیاست میں انہیں درک نہیں تھا۔ اور حضرت علی رضؓ جانتے تھے کہ جنگی چالوں کا جواب دینے کی ان میں استعداد ہی نہیں ہے اور یقیناً یہ اپنی ذمہ داری میں شکست کھا جائیں گے ـــــ دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت علی رضؓ کے معتمد علیہ بھی نہیں تھے۔ اس لئے کہ جب اہل کوفہ ان کے پاس حضرت علی رضؓ کے ساتھ خروج کرنے کے بارے میں مشورہ طلب کرنے گئے تھے تو انہوں نے انہیں ایسا کرنے سے روکتے ہوئے مشورہ دیا تھا کہ :-

"آخرت کا راستہ تو یہ ہے کہ تم خروج نہ کرو اور دنیا کا راستہ یہ ہے کہ خروج کر دو"

اور یہ بھی کہا تھا کہ :-

"خدا کی قسم عثمان کی بیعت میری گردن میں ہے۔ اگر میں نے ان کے لئے قتال

Marfat.com

Marfat.com

نہیں کیا تو کسی اور کے لئے بھی قتال نہیں کرنا چاہیئے جب تک عثمان رضؓ کے قاتلوں سے ہم فراغت نہ پالیں اور جہاں کہیں بھی وہ ہیں انہیں کیفرِ کردار تک نہ پہنچا دیں۔"

ابو موسیٰ اشعری رضؓ بھی فتنوں سے گریزاں تھے اور انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا تھا:-

"تم تکلف اس میں داخل نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ ایک اندھا فتنہ ہے جس میں سونے والا جاگنے والے سے، جاگنے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے، اور کھڑا ہونے والا سوار ہونے والے سے بہتر ہے۔ لہٰذا تم عربی درخت کی جڑیں بن جاؤ۔ تلواروں کو نیام میں ڈال لو، نیزوں کو زمین میں گاڑ دو۔ کمانوں کے چلے اتار دو۔ مظلوم کو پناہ دو۔ مجبور کی حمایت کرو۔ یہاں تک کہ قضیہ ایک طرف اور فتنہ برطرف ہو جائے۔"

عمرؓو اور ابو موسیٰؓ اکٹھے ہوئے اور متعدد اجتماعات کے بعد ۱۵ صفر ۳۷ھ کو معاہدہ تحکیم زبانی نامہ مرتب پا گیا جس کا متن[1] یہ ہے:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر علیؓ بن ابی طالب اور معاویہ رضؓ بن ابی سفیان متفق ہوئے ہیں۔ علی رضؓ کا فیصلہ نافذ ہے تمام اہل کوفہ اور اُن لوگوں پر جو مسلمانوں میں سے علی رضؓ کے مددگار رہیں اور معاویہ رضؓ کا فیصلہ نافذ ہے اہل شام اور اُن لوگوں پر جو مسلمانوں میں سے معاویہ رضؓ کے مددگار رہیں۔ ہم تسلیم کریں گے اللہ عزوجل کے حکم کو جو اس کی کتاب میں ہے۔ اور اس کے سوا کسی کو اپنے درمیان دخیل نہ ہونے دیں گے۔ بس ایک اللہ کی کتاب ہی فاتحہ سے خاتمہ تک ہمارے درمیان حَکَم ہو گی۔ ہم ہر اُس چیز کو باقی رکھیں گے جس کو اس نے باقی رکھا ہے اور اس کو فنا کر دیں گے جس کو اُس نے فنا کیا ہے۔ ہمارے ہر دو ثالثان یعنی ابو موسیٰ اشعری، عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص قرشی جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں گے۔ اُس پر عمل کریں گے۔ اور جو کتاب اللہ میں نہ پائیں گے اس کے بارے میں سنتِ رسول اللہ سے فیصلہ کریں گے۔ ہر دو ثالثان نے فریقین (علی رضؓ اور معاویہ رضؓ) اور ان کی فوجوں اور معتبر لوگوں سے یہ عہد لے رکھا ہے۔ کہ وہ دونوں اپنی جانوں اور اہل و عیال کے

---

[1] طبری ج ۱ ص ۳۳۲۵

Marfat.com

اعتبار سے امن اور حفاظت میں ہیں اور امتِ مسلمہ ان کی مددگار ہے اُس فریق کے مقابلہ میں جس کے خلاف یہ فیصلہ صادر کریں۔ فریقین کے تمام مسلمان اللہ کو گواہ بناتے ہیں کہ جو کچھ اس معاہدہ میں لکھا گیا ہے وہ درست ہے۔ اور اس تحریر کو عملاً جاری کرنا فریقین کے تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔ امن، استقامت اور تعاون ڈال دینا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اور جہاں کہیں بھی وہ جائے اس کے جان مال اہل اولاد حاضر اور غائب سب کچھ امن اور حفاظت میں ہے۔ عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص پر بھی اللہ تعالےٰ کا عہد اور میثاق ہے کہ وہ امت کے اس قضیہ کا فیصلہ اس طرح کریں جس کی رُو سے فریقین دوبارہ کسی جنگ اور تفریق میں مبتلا نہ ہوں۔ الّا یہ کہ وہ کھلم کھلا اس فیصلہ کی نافرمانی پر اتر آئیں۔ فیصلہ کرنے کی مدت ماہ رمضان تک ہے۔ اور اگر دونوں ثالث اس مدت میں بھی مزید اضافہ کی ضرورت سمجھیں تو ہر دو کی رضامندی کے بعد انہیں مدت کے بڑھانے کا بھی اختیار ہوگا۔ اور اگر فیصلہ کرنے سے پہلے دونوں میں سے کوئی وفات پا جائے گا۔ تو فریقِ متعلق کے امیر کو اس کی جگہ دوسرا ثالث پیش کرنے کی اجازت ہوگی۔ اور ضروری ہے کہ وہ عادل اور انصاف پسند ہو۔ فیصلہ جس جگہ بیٹھ کر کیا جائے گا۔ وہ کوفہ اور شام کے درمیان کا کوئی مقام ہوگا۔ اور اگر وہ دونوں پسند کریں گے تو وہ لوگ بھی وہاں جا سکتے ہیں جنہیں اُن کی طرف سے اجازت مل جائے۔ دونوں ثالث اس بات کے مجاز ہوں گے کہ جن لوگوں کو بھی وہ پسند کریں انہیں بطور گواہ بلا لیں اور ان کی گواہی اس عہدنامے پر ثبت کرا لیں۔ اور یہ گواہ اُس فریق کے خلاف معین و مددگار ہوں گے جو اس عہد کی خلاف ورزی کرے گا یا اس کے اندر کوئی کجی داخل کرنے کی کوشش کرے گا۔

اے اللہ ہم تجھ سے بھی اس دشمن کے خلاف مدد مانگتے ہیں۔ جو اس معاہدے کی بے حرمتی کرنا چاہے۔"

دس فقرے مذکورہ بالا دستاویز مندرجہ ذیل دس اہم فقروں پر مشتمل ہے۔

۱۔ نزاع کے فریقین حضرت علی رضؓ اور حضرت معاویہ رضؓ ہیں۔ اول الذکر کے ساتھ اہل کوفہ ہیں اور ثانی الذکر کے ساتھ اہل شام

۲۔ فریقین پہلے کتاب اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس کے بعد سنت پر

Marfat.com
Marfat.com

۳۔ ابو موسیٰ اشعری فریقِ علیؓ کی نمائندگی کرتے ہیں اور عمروؓ بن العاص فریقِ معاویہؓ کی
۴۔ دونوں نمائندے اپنی جان اور مال کی طرف سے پوری طرح امن و حفاظت میں ہیں۔
۵۔ ثالثی فیصلہ کی تکمیل تک فریقین کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوگی۔
۶۔ گواہ بلانے کا حق ثالثوں کو دے دیا گیا۔
۷۔ صلح کی مدت رمضان المبارک تک ہے جسے ثالثان بڑھا بھی سکتے ہیں۔
۸۔ ایک ثالث کے مرجانے پر متعلقہ فریق کا امیر دوسرا ثالث مقرر کرے گا۔
۹۔ فیصلہ کی جگہ کوفہ اور شام کے درمیان ہوگی۔
۱۰۔ قرارداد تحریری ہوگی جس پر گواہان دستخط کریں گے اور پھر اس کے نافذ کرنے کی ذمہ داری سب پر ہوگی۔

یہ بات بھی مقرر کر دی گئی کہ فیصلہ کا مقام دومۃ الجندل ہوگا۔

وفود | حضرت علی رضؓ نے مقامِ تحکیم کی طرف اپنی جانب سے چار سو آدمی روانہ کر دیئے۔ اور ان پر شریح بن ہانی حارثی اور عبداللہ بن عباس کو قائد بنا دیا۔ ابو موسیٰ اشعریؓ ان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ دوسری طرف حضرت معاویہ رضؓ نے بھی چار سو شامیوں کے ساتھ عمروؓ بن العاص کو روانہ کر دیا۔ مقامِ تحکیم پر پہنچ کر عبداللہ بن عباسؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو مندرجہ ذیل باتیں سمجھائیں:۔

"حضرت علی رضؓ آپ کو حکم بنانا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے کہ آپ سے زیادہ افضل آدمی دوسرے موجود تھے۔ لیکن عوام الناس نے آپ ہی پر اصرار کیا۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ ان کے لئے بہت برا ہوا۔ اس لئے کہ عرب کا سب سے بڑا مدبر اور ہوشیار شخص تمہارے مقابلہ پر ہے۔ اگر تم کوئی بات بھی یاد نہ رکھ سکو تو اتنی بات ضرور یاد رکھنا کہ حضرت علی رضؓ کی بیعت میں وہ لوگ شامل ہیں۔ جنہوں نے ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ اور عثمان رضؓ کی بیعت کی تھی۔ اور حضرت علی رضؓ میں کوئی نقص ایسا نہیں ہے جو منصبِ خلافت کے منافی ہو۔ دوسری طرف معاویہ رضؓ میں کوئی صفت ایسی نہیں ہے جو اسے منصبِ خلافت سے قریب کرتی ہو۔"

حضرت معاویہ رضؓ نے اپنے ثالث عمروؓ بن العاص سے جو کچھ کہا وہ یہ تھا:۔

"اے ابو عبداللہ اہلِ عراق نے حضرت علی رضؓ کو ابو موسیٰ کی نمائندگی پر مجبور کیا ہے۔ اور میں اور اہلِ شام تم پر راضی ہیں۔ اور تمہارے ساتھ جس شخص کو ملایا گیا ہے

وہ زبان کا دراز اور رائے کا کوتاہ ہے۔ اس لئے ضروری بات کرنا اور اپنی ساری رائے اُس کے سامنے نہ اُگل دینا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ بعض اہم اور غیر جانبدار صحابہ مثلاً سعدؓ بن ابی وقاص، عبداللہؓ بن عمر مغیرہؓ بن شعبہ وغیرہ بھی عمروؓ بن العاص سے مل چکے تھے۔

عبداللہؓ بن عباس اور حضرت معاویہ رضؓ کی باتوں سے مندرجہ ذیل وضاحتیں نکلتی ہیں :-

۱۔ حضرت علی رضؓ بذات خود ابوموسیٰ اشعری کی نمائندگی پر خوش نہیں تھے۔ بلکہ انہیں ساتھیوں کی طرف سے مجبور کیا گیا تھا۔

۲۔ حضرت معاویہ رضؓ اور اہل شام عمروؓ بن العاص پر راضی تھے۔

۳۔ عمروؓ بن العاص اور حضرت معاویہ دونوں اس بات پر اتفاق کر چکے تھے۔ کہ ابوموسیٰ سیاسی معاملات میں بھولے اور سادہ لوح ہیں اس لئے انہیں کسی چال میں پھنسا لینا چاہیئے۔

۴۔ کثیر التعداد صحابہ بیعتِ علی رضؓ میں شامل نہیں تھے۔ اور ان کی عدم شمولیت کا اثر عوام کے دلوں پر تھا۔

۵۔ عبداللہؓ بن عباس کی بروقت گفتگو نے ابوموسیٰ کو دلی صدمہ پہنچایا تھا جس کی بنا پر ان کے اخلاص اور حمایتِ علی رضؓ کے جذبات سرد پڑ گئے تھے۔ اور اس کے برخلاف حضرت معاویہ رضؓ کی باتوں نے عمروؓ کے اخلاص اور حمایت و نصرت کے جذبات کو اور زیادہ مضبوط کر دیا تھا۔

تحکیم (ثالثی فیصلہ) | دونوں حکم (ثالث) رمضان ۳۷ھ میں جمع ہو گئے۔

اجتماع کی کارروائی عمروؓ بن عاص کی اس گفتگو سے شروع ہوئی۔ جس کے ایک ایک فقرے میں ایک ایک پھندا تھا ابوموسیٰ کو پھنسانے اور اپنے سوچے سمجھے منصوبے کی طرف لانے کے لئے۔

عمروؓ بن العاص۔ ابوموسیٰ سب سے پہلے ہم اس بات کا فیصلہ کر لیں کہ اہلِ وفا کی حمایت کرینگے ان کی وفاداری کی بنا پر۔ اور اہلِ غدر کی مخالفت کریں گے ان کی غداری کی بنا پر ——— کیا یہ بات درست ہے ابوموسیٰ ؟

ابوموسیٰ (حمد و ثنا کے بعد مسلمانوں کے موجودہ افتراق کا شکوہ کرتے ہوئے)

اے عمرو ایسی بات ہونی چاہیئے جس کے ذریعہ موجودہ تفریق ختم ہو کر مسلمانوں کے دل آپس میں جڑ جائیں اور ان کے درمیان دوبارہ الفت و محبت پیدا ہو جائے۔

Marfat.com

عمروؓ (ہشیاری کے ساتھ ابوموسیٰ کی ہمدردی حاصل کرتے ہوئے)
ابوموسیٰ یہی بات ہونی چاہیئے۔ اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔
(جدید کلام شروع کرتے ہوئے)
اگر ہم زبانی بات چیت کریں گے تو عین ممکن ہے کہ بات کے آخری حصہ تک پہنچتے پہنچتے اس کا پہلا حصہ فراموش ہو جائے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم اپنی گفتگو کو ضبطِ تحریر میں لاتے رہیں۔
ابوموسیٰ نے عمرو کی اس رائے کو پسند کیا۔ اور عمروؓ نے کاغذ منگوایا اور کاتب کو بلا لیا۔ یہ کاتب عمروؓ کا غلام تھا جسے عمرو نے مخاطب کر کے فرمایا:۔
"لکھنا شروع کر اور تو ہی ہمارا گواہ بھی ہے اور دیکھنا کوئی ایسی بات نہ لکھنا جسے ہم دونوں تسلیم نہ کریں۔ متکلم بات کرنے کے بعد دوسرے ساتھی سے تسلیم کرائے گا اگر وہ تسلیم کرے اور لکھنے کا حکم دے دے تو لکھنا۔ اور اگر منع کرے تو نہ لکھنا۔"
اس کے بعد عمروؓ نے بات شروع کی اور کاتب لکھنے لگا:۔
"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ..... یہ وہ فیصلہ ہے جس پر عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص اتفاق کر رہے ہیں۔ اور یہ فیصلہ اس حال میں کیا جا رہا ہے۔ کہ دونوں گواہی دیتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اس نے ہدایت اور دینِ حق اس لئے دے کر بھیجا ہے۔ کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دیں۔ خواہ یہ بات مشرکین کو کیسی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ ہم گواہی دیتے ہیں۔ کہ ابوبکرؓ خلیفۂ رسول اللہ، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ پر عمل کا حق ادا کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کر لیا۔"
یہاں تک کی گفتگو پر ابوموسیٰ نے اظہارِ اتفاق کیا اور غلام سے کہا کہ "لکھ"۔ پھر اس کے بعد عمروؓ نے حضرت عمرؓ کے بارے میں یہی فقرے کہے اور ابوموسیٰ نے ان سے بھی اتفاق کرتے ہوئے غلام کو حکم دیا کہ "لکھ"۔ عمروؓ نے اس کے بعد کہا:۔
خلیفہ عمرؓ کے بعد مسلمانوں کے اجماع اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ کی مرضی سے حضرت عثمانؓ کو خلافت پر بٹھایا گیا اور وہ مومن تھے۔"
اس موقع پر پہنچ کر ابوموسیٰ نے عمروؓ کو ٹوکا اور فرمایا:۔
ابوموسیٰ خدا کی قسم یہ بات وہ نہیں ہے جس کے لئے ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

Marfat.com

عمرؓ بن العاص (جواب دیتے ہوئے)
خدا کی قسم دو صورتوں میں سے ایک ہی ہو سکتی ہے یا وہ مومن تھے یا کافر۔
ابو موسیٰؓ۔ عمرو سے اتفاق اور کاتب کو مخاطب کرتے ہوئے "لکھ"۔
عمرؓ بن العاص۔ اب فرمایئے کہ عثمان رضؓ ظالم کی حیثیت سے قتل ہوئے یا مظلوم کی حیثیت سے؟
ابو موسیٰؓ۔ مظلوم کی حیثیت سے۔
عمروؓ۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ نے مظلوم کے ولی کو مطالبۂ خون کا حق نہیں دیا ہے؟
ابو موسیٰؓ ہاں دیا ہے۔
عمرو۔ کیا آپ کے علم میں معاویہ رضؓ کے علاوہ عثمان رضؓ کا کوئی دوسرا ولی ہے؟
ابو موسیٰ۔ نہیں۔
عمرو۔ اچھا تو پھر ہم اس بات پر شہادت پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان رضؓ کو حضرت علی رضؓ نے شہید کرایا ہے
ابو موسیٰ۔ اسلام میں جو حادثہ ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ اب ہم جو جمع ہوئے ہیں تو خالص اللہ کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اس لئے ایسی بات کرو جس سے اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کی اصلاح فرمائے
عمرو۔ وہ کیا ہے؟
ابو موسیٰ۔ تم جانتے ہو کہ جس طرح اہل عراق معاویہ کو کبھی پسند نہیں کریں گے۔ اسی طرح اہل شام علی کو کبھی پسند نہیں کریں گے۔ پھر ہم کیوں نہ ان دونوں کو معزول کر کے عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ بنالیں۔

عمرو کی ہوشیاری عمرو کی ہوشیاری چھلانگ لگا کر فیصلہ کے قریب پہنچ گئی۔ اور انہوں نے ابو موسیٰ کی تصدیق اور تائید کرنے میں پوری چابکدستی سے کام لیا۔ لیکن عبداللہ کے نام پر اعتراض کرتے ہوئے دوسرے متعدد نام گنوانے شروع کر دیئے جن سے ابو موسیٰ متفق نہیں ہوئے
اب عمرو نے اپنا آخری تیر پھینکتے ہوئے ابو موسیٰ پر سوال وارد کیا:۔
عمرو۔ آپ کی اپنی کیا رائے ہے؟
ابو موسیٰ۔ میری رائے تو یہ ہے کہ ان دونوں کو معزول کر دیں۔ اور اس کے بعد مسلمانوں کو اختیار دے دیں کہ وہ جس شخص کو پسند کریں اسے شوریٰ کے ذریعہ خلیفہ بنالیں۔
عمرو۔ بس رائے تو یہ ہے جو آپ نے اب پیش فرمائی ہے..... اٹھو ابو موسیٰ اور لوگوں کے

Marfat.com

سامنے اعلان کر دو کہ ہماری رائے ایک بات پر متفق ہو چکی ہے۔

ابو موسیٰ (حاضرین سے) میری اور عمرو کی رائے ایک ایسی بات پر متفق ہو چکی ہے جس کے نتیجہ میں ہمیں امید ہے کہ اللہ عزوجل اس امت کے معاملے کو درست فرمائیں گے۔"

عمرو: ٹھیک ہے..... ابو موسیٰ اب اصلی بات کہہ دیجئے[1]

ابو موسیٰ، حضرت علی رض اور حضرت معاویہ کی معزولی کا فیصلہ لوگوں کو سنا دینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ادھر عبداللہ بن عباس بھی عمرو کی سازش کو بھانپ گئے اور چلا کر بولے:۔

"افسوس تم پر اے ابو موسیٰ۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ عمرو نے تمہیں چکر دیا ہے اگر تم دونوں کسی بات پر متفق ہو گئے ہو تو اسے آگے کرو۔ تاکہ پہلے وہ بات کرے۔ اس کے بعد تم کرنا۔ اس لئے کہ عمرو بہت ہوشیار آدمی ہے اور عین ممکن ہے کہ خلوت میں تم دونوں کے مابین جو فیصلہ ہو چکا ہو منظرِ عام پر آ کر عمرو اس سے صاف انکار کر دے۔"

لیکن ابو موسیٰ اشعری نے عبداللہ کی بات کو کوئی وزن نہیں دیا اور کھڑے ہو کر حسبِ ذیل اعلان کرنا شروع کر دیا[2]:۔

"اے لوگو! ہم نے اس امت کے معاملہ پر غور و خوض کیا۔ اور اس کے بعد ہم دونوں اس نتیجے پر پہنچے کہ امت کی شیرازہ بندی اسی فیصلہ میں ہے۔ جس پر ہم دونوں متفق ہو گئے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ علی اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیں اور اس کے بعد خلیفہ کے انتخاب کو امت کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دیں۔ وہ جس کو پسند کرے اسے خلیفہ بنا لے۔ اس لئے میں نے علی اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیا ہے اب تم اپنے لئے جس شخص کو خلافت کے منصب کا اہل سمجھو اسے اپنا خلیفہ بنا لو۔"

ابو موسیٰؓ کے بعد عمرو رضؓ بن العاص کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد لوگوں سے مندرجہ ذیل خطاب کیا:۔

"اس شخص نے مجھ سے وہ بات کہی جو تم نے بھی سن لی۔ اور اس نے اپنے

---

[1] عمرو ابن العاص اور ابو موسیٰ اشعری کی باہمی گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عثمانؓ بحالتِ مظلومی شہید کیے گئے اور یہ کہ تنہا معاویہ رض ہی عثمان رض کے خون کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

[2] مسعودی کا بیان ہے کہ حکمین نے زبانی خطاب نہیں کیا بلکہ تحریری فیصلہ لکھا تھا جس میں علی اور معاویہ کو معزول کیا تھا۔ اس شرط پر کہ مسلمان اپنا خلیفہ خود منتخب کر لیں (جلد ۱ صـ۲۲)

Marfat.com

ساتھی کو معزول کر دیا۔ اور میں بھی اس کے ساتھی کو معزول کرتا ہوں جیسا کہ اس نے اسے معزول کیا ہے۔ لیکن اپنے ساتھی معاویہ کو یہیں قائم رکھتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ عثمانؓ ابن عفان کے ولی اور اُن کے خون کے دعویدار ہیں اور حکومت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں"

ابو موسیٰ یہ سنتے ہی جوش میں آ گئے۔ اور اب انہیں وہ جال نظر آیا جو عمرو نے اُن کے پھنسا لے کے لئے بچھایا تھا۔ آپس میں تُو تُو مَیں مَیں ہونے لگی۔ لیکن معاملہ ختم ہو چکا تھا۔ اور ابو موسیٰ کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا تھا کہ وہ عوام الناس کو ان کے حال پر چھوڑ کر اپنی سواری پر بیٹھیں اور مکے کی راہ لیں۔[1]

اس تحکیم یا ثالثی کے جو اہم نتائج نکلے۔ ان کا اندازہ مندرجہ ذیل نکات سے لگایا جا سکتا ہے:۔

۱۔ حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں دوبارہ تلوار اٹھانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ان کی فوج نے انکار کر دیا۔ اور آپس میں مختلف الرائے ہو گئے۔ اور انہی کی صفوں میں سے خوارج کی ایک نئی جماعت نکل آئی۔

۲۔ اہل شام نے حضرت معاویہؓ کے حق میں خوشی کے نعرے بلند کئے۔ اور وہ ان کے گرد زیادہ مضبوطی کے ساتھ جمع ہو گئے۔

---

[1] عبداللہ بن عباس، ابو موسیٰ کے بارے میں کہتے ہیں ؎

(۱) ابا موسیٰ بلیت وکنت شیخا — قریب العہد مخزون اللسان

(۲) وما عمرو من صفاتک یا ابن قیس — فیا للہ من شیخ یمانی

(۳) فامسیت العشیۃ اذ عتذا یر — ضعیف الرکن منکوب العنان

(۴) تعض الکف من ندم علیہا — یرد علیک عضک للبنان

ترجمہ (۱) ابو موسیٰ تم بوڑھے، لائق عفو اور محتاط زبان تھے اس لئے رحم کھا گئے۔

(۲) اے ابن قیس، عمرو کی صفات و خصوصیات تم کہاں سے لاتے۔ اے یمن کے بوڑھے بس اللہ ہی تیرا بھلا کرے۔

(۳) اس شام تم کیسے معذور اور ضعیف القویٰ نظر آ رہے تھے۔ اور بالآخر تمہیں اپنی باگ موڑنے ہی بن پڑی۔

(۴) تم بے شک فرط ندامت سے اپنی ہتھیلیاں اور انگلیاں کاٹ رہے تھے۔ لیکن بعد از وقت پچھتانے سے کبھی کچھ بنا بھی ہے۔

Marfat.com

(۳) عمروؓ نے معاویہ رضؓ کو تو کامیاب کر دیا۔ لیکن اسلام کے سینے میں ہمیشہ کے لئے خنجر گھونپ دیا۔ کہ مسلمانوں میں سے ایک جدید فرقہ نکل آیا۔ جس کا نصب العین ہی بغضِ علی و معاویہ قرار پا گیا۔[1]

(۴) عمروؓ، معاویہ رضؓ کے دائیں بازو اور مشیر قمیر ایک قرار پا گئے۔

---

[1] مصنف کا حضرت عمروؓ بن العاص پر یہ ایک ایسا الزام ہے جس میں حقیقت کو بالکل دخل نہیں۔ خوارج کا گروہ اپنی گمراہی کی بدولت عمل میں آیا۔ نہ کہ عمروؓ بن العاص کی اس کارروائی کی وجہ سے اس کی بنا پڑی۔ اپنے خبث باطن کے باعث خوارج حضرت علی رضؓ سے علیحدہ ہو گئے اور ان کو برا بھلا کہنے لگے۔ بے چارے عمرو بن العاص کا اس میں کوئی قصور نہیں (محمد احمد پانی پتی)

Marfat.com

(۲)

وفات تک

"اے اللہ تو نے حکم دیا اور ہم نے نافرمانی کی
تو نے گناہ سے منع فرمایا اور ہم اس کا ارتکاب
کرتے رہے۔ یہ حال رہا اس شخص کا جو آج تیری
پناہ میں آنا چاہتا ہے۔ اگر معاف کر دے تو تُو
غفور اور رحیم ہے۔ اور اگر مواخذہ کرنا چاہے
تو میں اس کا سزاوار ہوں ..... اے اللہ
کوئی طاقتور نہیں جس سے مدد طلب کروں۔ کوئی
بے قصور نہیں جس کے سامنے عذر پیش کروں۔
تیرے سوا کوئی کبریائی اور مغفرت والا نظر نہیں
آتا۔ اس لئے تجھ ہی سے مغفرت چاہتا ہوں۔
اور تیری ہی طرف لوٹ رہا ہوں۔"

عمرو بن العاص
موت کے بستر پہ اپنے پروردگار سے

Marfat.com

Marfat.com

بارہ برس بعد حضرت علی رضؓ نے خلیفہ ہو کر محمد بن ابی بکر کو مصر کا والی بنا دیا تھا[1]
تحکیم کے بعد حضرت معاویہ رضؓ نے دو شخصوں کو جو قتلِ عثمان رضؓ سے رنجیدہ اور مصر میں مقیم تھے لکھ بھیجا کہ تم دونوں مصر کی حکومت سنبھال لو۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضؓ سے مدد طلب کی تو حضرت معاویہ رضؓ نے ۶ ہزار کا ایک لشکر عمرو رضؓ بن العاص کی سرکردگی میں مصر روانہ کر دیا۔ تاکہ وہ وہاں پہنچ کر علی رضؓ کے مقرر کردہ حاکم کو مصر سے نکال دے اور اُسے شام کے ساتھ ملا دے۔
۳۸ھ میں عمرو رضؓ مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور ۱۲ سال کے بعد مصر کی حدود میں پھر دوبارہ داخل ہو گئے۔ اور محمد بن ابی بکر کو حسب ذیل مراسلہ بھیج دیا:۔

"..... امابعد اے ابوبکر رضؓ کے بیٹے! اپنی جان کی حفاظت چاہتے ہو۔ تو میرا راستہ صاف کر دو۔ میں بھی یہ بات پسند نہیں کرتا کہ میرا چنگل تم پر پڑے۔ اس سرزمین کے لوگ تم سے برگشتہ، تمہاری حکومت سے ناخوش اور تمہاری اطاعت پر شرمندہ ہیں۔ اگر بات بگڑ گئی تو وہ خود تمہیں ہمارے حوالے کر دیں گے۔ اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ تم مصر سے نکل جاؤ اور میری نصیحت قبول کر لو۔ والسلام

معرکہ منشاۃ محمد بن ابی بکر نے مراسلہ کا کوئی جواب نہیں دیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ فریقین شہر منشاۃ[2] میں صف آرا ہوئے۔ لیکن اس کی فوج عمرو کے حملہ کی تاب نہ لا کر شکست کھا گئی۔ اور اس کا اکثر حصہ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ لیکن خود محمد بن ابی بکر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا جس کا تعاقب

---

[1] واضح ہے کہ یہ شخص امام مظلوم حضرت عثمان رضؓ کی شہادت میں سب سے پیش پیش تھا یہی سب سے پہلے خلیفہ رسول اللہ کے گھر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ بعد اسی نے امیر المومنین عثمان غنی رضؓ کی ڈاڑھی قتل کے ارادہ سے پکڑ لی تھی (خود اپنی بپتا)

[2] یعقوبی نے مسناۃ لکھا ہے:۔

علی المبارک نے اپنے خطط میں المنشاۃ لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس نام کے کئی گاؤں تھے جن میں سب سے زیادہ بڑے اور مشہور منشاۃ اخمیم، منشاۃ بکار، الجیزہ، منشاۃ سدرہ، الخوفیہ، منشاۃ سیوط اور منشاۃ عاصم تھے۔ علی مبارک ہی نے یہ بھی کہا ہے کہ مقابلہ منشاۃ عاصم پیش آیا تھا۔ جو صوبہ دقہلیہ کا ایک گاؤں تھا۔ دقہ کوتھی کے مرکز میں بحر صغیر کے ساحل پر واقع تھا۔

Marfat.com

معاویہ بن حدیج نے کیا اور اسے پکڑ کر قتل کر دیا[1]۔

عمروؓ فسطاط پہنچ گئے۔ جہاں انہیں صفر ۳۸ھ میں حضرت معاویہ رضؓ کا حکم پہنچ گیا کہ تمہیں مصر کا حاکم بنایا جاتا ہے۔ اور مصر تمہیں اس شرط پہ دے دیا گیا ہے کہ فوج کا خرچ تمہارے ذمہ ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد جو کچھ بچے گا اس کے مالک تم خود ہو گے۔

بدسلوکی لیکن یہ موقف زیادہ دیر تک باقی نہ رہ سکا۔ حالانکہ حضرت معاویہ رضؓ کو شام اور مصر سب کچھ دلانے والے عمروؓ بن العاص ہی تھے۔

شاید اس کا پس منظر یہ ہو کہ حضرت معاویہ رضؓ عمروؓ کی طاقت اور ہوشیاری کا اندازہ لگانے کے بعد اس بات سے خائف ہو گئے ہوں کہ عمروؓ کبھی نہ کبھی دمشق پر ضرور ہاتھ مارلیں گے چنانچہ انہوں نے اسی اندیشہ کی پیش بندی کے لئے ایک مراسلہ بھیجا جس میں یہ فقرہ تھا:۔

"بشرطیکہ کوئی شرط اطاعت کو نہ توڑے"۔

عمروؓ نے اس فقرے کی تہہ کو پہنچ کر جواب میں لکھ بھیجا کہ:۔

"بشرطیکہ کوئی اطاعت شرط کو نہ توڑے"

خلیفۂ اُموی اور والی مصر کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی۔ لیکن معاویہ بن حدیج نے داخلت کر کے ان کی باہمی صلح کرادی۔

ابن عساکر کی روایت ہے کہ:۔

"جب خلافت بتمامہا حضرت معاویہ رضؓ کو مل گئی۔ تو انہوں نے عمروؓ کے لئے مصر کو زیادہ سمجھا۔ دوسری طرف عمروؓ مصر کو اپنے لئے کم سمجھے بیٹھے تھے۔ اس لئے کہ حضرت معاویہ رضؓ کو سب کچھ دلوانے والے وہی تھے۔ اور انہیں خیال تھا کہ معاویہ رضؓ کو مصر کے ساتھ شام بھی میرے حوالے کر دینا چاہیئے۔ جب حضرت معاویہ رضؓ نے ایسا نہ کیا تو ان کے دل میں ناگواری پیدا ہو گئی۔ اور دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ اور ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ اب ان دونوں کے درمیان کسی قیمت پر بھی مفاہمت نہ ہو سکے گی۔ لیکن ابھی معاملہ حد سے متجاوز نہ ہوا تھا کہ بعض دانشمندوں نے دونوں کے درمیان پھر مصالحت کرادی اور مشورہ دیا۔ کہ باہمی صلحنامہ کو تحریری شکل میں لے آؤ تاکہ پھر دوبارہ کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو۔

---

[1] بروایت ضعیف اُسے آگ میں جلا دیا۔

Marfat.com
Marfat.com

چنانچہ دونوں کے درمیان بہ ثبتِ شہادت یہ معاہدہ طے پاگیا کہ حکومت مصر سات سال کے لئے عمروؓ کے ہاتھ میں رہے گی اور عمروؓ حضرت معاویہ کے مطیع و فرمانبردار رہیں گے۔

اس معاہدہ پر بھی عمروؓ اور حضرت معاویہ رضؓ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکے۔ اور عمروؓ کے دل میں برابر یہ خواہش ابھرتی رہی کہ انہیں مصر اور شام دونوں ملنے چاہئیں۔ اور دوسری طرف حضرت معاویہ رضؓ مصر کو بھی عمرو کے استحقاق سے بہت زیادہ سمجھتے رہے۔ باہمی نفرت بڑھتی اور فریقین کے اعصاب پر اثر انداز ہوتی رہی۔

ایک مزیہ کا ذکر بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت معاویہ رضؓ نے اپنے اہل دربار سے سوال کیا کہ "سب سے زیادہ حیرت انگیز کیا چیز ہے؟" یزید نے جواب دیا "یہ بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان بلا ستون اور بلا بندش قائم ہے۔" دوسرے نے کہا "وہ حصہ جسے جاہل وصول کرے اور وہ محروی جو عاقل کے حصہ میں آئے۔" تیسرے نے جواب دیا "وہ شے جس کی مثال دوسری نہ مل سکے۔" عمروؓ بن العاص بولے "سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ باطل پرست حق پرست پر غالب آجائے۔" اس پر حضرت معاویہ رضؓ نے کہا "یوں نہیں بلکہ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ انسان کو وہ سب کچھ مل جائے جس کا وہ مستحق نہ ہو۔ اور وہ پھر بھی بے خوف رہے" ——— حضرت معاویہ رضؓ کے اس سوال اور پھر عمروؓ کے مندرجہ بالا جواب اور حضرت معاویہ رضؓ کے جواب الجواب سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں ایک دوسرے پر تعریض اور اشارے کر رہے ہیں۔ عمروؓ باطل پرست سے معاویہ اور حق پرست سے علی مراد لے رہے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں معاویہ رضؓ مصر کا طعنہ دے رہے ہیں جو عمرو کو بطور اُلوفہ دیا گیا تھا۔

ایسے کو تیسا حضرت معاویہ رضؓ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کو کوفہ کا گورنر بنا دیا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ نے حضرت معاویہ رضؓ سے یہ بات کہہ کر انہیں معزول کروا دیا "تم نے باپ کو مصر دے دیا اور بیٹے کو کوفہ۔ اب تم گویا شیر کے دو جبڑوں کے درمیان آچکے ہو۔" حضرت معاویہ رضؓ نے عبداللہ کو معزول کر کے ان کی جگہ مغیرہ کو مقرر کر دیا۔ عمروؓ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت معاویہ رضؓ سے مل کر پوچھا "کیا آپ نے مغیرہ کو کوفہ کے خراج پر مقرر کیا ہے؟ حضرت معاویہ رضؓ نے اثبات میں جواب دیا۔ جس پر عمروؓ نے کہا کہ "وہ سارا خراج خود کھا جائے گا اور تمہیں کچھ بھی نہ دے گا۔ خراج پر کسی ایسے آدمی کو مقرر کرو۔ جو آپ سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہو۔" یہ بات سن کر حضرت معاویہ رضؓ نے انہیں خراج سے ہٹا کر نماز پر مقرر کر دیا۔ پھر عمروؓ مغیرہ سے ملے اور پوچھا کہ "کیا تم

Marfat.com

نے عبداللہ کے خلاف امیرالمومنین کو مشورہ دیا تھا؟" وہ بولے۔ "ہاں"۔ عمروؓ نے جواب دیا۔ "جیسی کرنی ویسی بھرنی"۔

عمروؓ کی وفات عمروؓ بن العاص وفات پا گئے۔

موت کی تاریخ عید الفطر ۴۳ھ تھی۔

موت سے تین سال پہلے رمضان ۴۰ھ میں تین خارجی اس بات پر اتفاق کر کے نکلے تھے کہ ہم میں سے ایک علیؓ کو دوسرا معاویہؓ کو اور تیسرا عمروؓ کو قتل کرے گا۔ چنانچہ ابن ملجم حضرت علیؓ کے قتل میں کامیاب ہو گیا۔ حضرت معاویہؓ کا قاتل ہمت ہار گیا۔ اور عمروؓ کے قاتل نے دھوکہ میں ان کی بجائے خارجہ بن حذافہ قاضی مصر کو قتل کر دیا۔ جو قتل کے دن عمروؓ کی علالت کی وجہ سے اُن کی جگہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب قاتل کو عمروؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ کہہ رہا تھا کہ "میں نے عمروؓ کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے خارجہ کا ارادہ کر لیا"۔ اتنا کہہ کر وہ رو پڑا۔ عمروؓ نے پوچھا ——— "اتنا بڑا کام کرنے نکلا اور اب موت کو سامنے دیکھ کر بزدلی کے آنسو بہانے بیٹھ گیا۔ یہ کیا بات ہے؟" ——— قاتل نے جواب دیا۔ "خدا کی قسم میں موت سے ڈر کر نہیں رو رہا ہوں، بلکہ اس صدمہ میں رو رہا ہوں کہ میرے دونوں ساتھی تو علیؓ اور معاویہؓ کے قتل میں کامیاب ہو جائیں گے اور میں ناکام رہ گیا"۔ عمروؓ نے اس کی گردن مار دینے کا حکم دیا اور نعش کو سولی پر لٹکا دیا۔

لیکن وہی عمروؓ جو ۴۳ھ میں اس طرح موت کے چنگل سے بچ نکلے تھے۔ تین سال بعد آخر کار اُس کے حوالے ہو کر ہی رہے۔

ابن عساکر کی روایت ہے کہ:۔

"ہم عمروؓ بن العاص کے پاس اُن کی وفات کے وقت گئے تو انہوں نے دیوار کی طرف منہ کیا اور دیر تک روتے رہے۔ اس پر ان کے بیٹے نے کہا: "آپ کیوں رو رہے ہیں۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ بشارتیں نہیں دے رکھی ہیں؟" یہ سن کر انہوں نے اپنا منہ ان کی طرف کیا اور فرمایا "میرے پاس بڑی سے بڑی کوئی امید ہے تو بس یہ ہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ باقی میری عملی زندگی تین حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک حصہ میں میں اپنے آپ کو محمدؐ کا سب سے بڑا دشمن اور اس بات کا حریص پاتا ہوں۔ کہ موقع پا کر ان کا کام تمام کر دوں۔ اگر میں عمر کے اس حصہ میں مر جاتا۔ تو یقیناً سیدھا دوزخ میں جاتا۔ اس کے بعد میری زندگی کا دوسرا دور شروع

Marfat.com
Marfat.com

ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے میرے سینے میں اسلام کی محبت ڈال دی اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشرف باسلام ہونے کے لئے حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا کہ ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں بیعت کر لوں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور عرض کیا کہ پہلے ایک شرط کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ میرے پچھلے تمام قصور معاف فرما دیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ عمروؓ تمہیں معلوم نہیں۔ کہ اسلام پچھلی تمام آلودگیوں کو صاف کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح ہجرت اور حج بھی گذشتہ تمام گناہوں کو محو کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ اس دور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میری نگاہ میں کوئی دوسرا صاحبِ عظمت و جلال نہیں تھا۔ اور اگر مجھ سے کہا جاتا تھا کہ نبی کی تعریف کرو۔ تو میری زبان رعبِ رسالت کی بنا پر یارا نہیں دیتی تھی۔ یہاں تک کہ میں غایتِ ادب کی بنا پر آپ کے چہرۂ مبارک کو نظر بھر کر دیکھ بھی نہ سکتا تھا ـــــ اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو یقیناً سیدھا جنت میں جاتا ـــــ پھر اس کے بعد تیسرا دور آیا جس میں ہمیں حاکم اور والی بنا دیا گیا۔ اب مجھے کچھ خبر نہیں ہے کہ اس دور میں ہماری کیا حالتیں رہیں۔"

عمروؓ نے اپنے بیٹوں کو مندرجہ ذیل وصیتیں کیں:۔

"میں مر جاؤں تو مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔۔۔۔ جب قبر میں اتار دو تو جلدی جلدی مٹی بھر دینا۔ اس لئے کہ میری داہیں کروٹ بھی مٹی کی ویسی ہی حق دار ہے جیسی بائیں کروٹ ہے۔ میری قبر میں پتھر اور مٹی نہ رکھنا پھر جب دفن سے فارغ ہو جاؤ تو میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ مجھے اپنے رب کے بھیجے ہوئے قاصدوں سے سوال و جواب کرنے میں تمہاری موجودگی سے سہارا رہے گا۔"

انہوں نے اپنے بیٹوں سے یہ بھی کہا کہ ـــــ "اے میرے بیٹو! اللہ کے معاملے میں میری کیا مدد کر سکتے ہو؟" بیٹوں نے جواب دیا۔ "ابا جان! اگر تمہارا مقابلہ موت کے سوا کسی اور سے ہوتا تو ہم اپنی جانیں آپ کی امداد میں قربان کر دیتے۔" پھر کہا۔ "مجھے سہارا دے کر بٹھا دو۔" پھر قبلہ رو ہو کر کہا۔ "اے اللہ تو نے حکم دیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو نے گناہ سے منع کیا۔ لیکن ہم اس کا ارتکاب کرتے رہے۔ یہ حال رہا اس شخص کا جو آج تیری پناہ میں آنا چاہتا ہے۔ اگر تو اسے معاف کر دے تو یہی تیری شان ہے۔ اور اگر پکڑنا چاہے تو میں اسی کا سزاوار ہوں۔"

Marfat.com

اے اللہ کوئی طاقتور نہیں جس سے مدد طلب کروں۔ کوئی صاحبِ عظمت نہیں۔ جس سے قصور معاف کراؤں۔ تیرے سوا مجھے کوئی کبریائی کا مالک اور پردہ پوش نظر نہیں آتا۔ اس لئے تجھ ہی سے مغفرت چاہتا ہوں۔ اور تیری طرف ہی پلٹ کر آ رہا ہوں۔ اس کے بعد لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ کی تکرار کرتے رہے اور اسی تکرار میں اُن کی جان نکل گئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حالتِ نزع میں ان کے بیٹے نے اُن سے کہا:۔

"ابا جان آپ ہمارے سامنے یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں کسی ایسے عاقل، ہوشمند سے اس کی حالتِ نزع میں ملاقات کرتا جو مجھے یہ بتا سکتا کہ جان کنی کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ابا جان آپ ہی ایسے آدمی ہیں اور میں آپ ہی سے یہ پوچھتا ہوں کہ ہم سے موت کی کیفیت بیان فرما دیں۔"

اس پر عمرو نے جواب دیا:۔

"پیارے بیٹے خدا کی قسم ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے آسمان نے زمین کو ڈھانپ لیا ہے۔ اور میں سوئی کے ناکے سے سانس لے رہا ہوں۔ اور موت ایک کانٹوں بھری نشاخ ہے جو میرے اندر پاؤں سے لے کر سر تک کھینچی جا رہی ہے۔"

اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

لیتنی کنت قبل ماقد بدا لی فی سھوم من الجبال ارعی الوعولا

ترجمہ:۔ یعنی کاش میں اس سے پہلے جو مجھے اس وقت پیش آ رہا ہے۔ کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہاڑی بکرے چرایا کرتا۔

مرنے کے بعد عمرو نے ترکہ میں تین سو پچیس سونے کی اشرفیاں، بیس لاکھ چاندی کے درہم، مقام رہیط[1] کی مشہور جائیداد جس کی قیمت دس ہزار درہم تھی اور اس کے علاوہ مصر کے متعدد مکانات چھوڑے۔

ایک روایت[2] کے مطابق انہوں نے اپنے ترکہ میں ستر بہار[3] دینار چھوڑے تھے جنہیں انہوں نے

---

[1] روایت ابن عساکر رہیط میں ان کے انگوروں کی ٹٹیاں تھیں جن میں ایک لاکھ لکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اور ہر لکڑی کی قیمت ایک درہم تھی۔

[2] یہ روایت دیبری کی ہے اور کتاب الحیوان میں درج ہے

[3] بہار بیل کی کھال کو کہتے ہیں جس میں دو اردب وزن آ جاتا تھا

Marfat.com

موت سے پہلے لکال کر کہا تھا کہ ان کا مالک کون بننا چاہتا ہے؟ تو ان کے دونوں بیٹوں نے ان کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر جب اس کی اطلاع حضرت معاویہ رضؓ کو ہوئی تو انہوں نے کہا اس مال کے حق دار ہم ہیں۔ اس لئے کہ تمہارے باپ نے اسے دشمن کے مقابلہ میں خرچ کرنے کے لئے جمع کیا تھا۔ اور یہ کہہ کر اُسے بیت المال میں داخل کر لیا۔

عمرؓ بن العاص صفح المقطم میں دفن کیئے گئے۔

قبر کے مقام میں اختلاف ہے۔

ایک قول کے مطابق ان کی قبر امام شافعی کی قبر کے مغرب میں واقع ہے۔

بعض اس قبر کو عمروؓ کے بجائے ناھی قلیس کی بتاتے ہیں

دوسرے قول کے مطابق عمروؓ اور عقبہ ابن عامر دونوں ایک ہی قبر میں دفن ہیں۔

تیسرے قول کے مطابق عمرو، عقبہ اور ابو البصرہ غفاری تینوں کی قبر ایک ہی ہے۔

یہ تھا عمروؓ کی زندگی کا آخری باب جو مسلسل غزوہ و جہاد اور قتل و قتال میں بسر ہوئی۔

عمروؓ ہی پر کیا موقوف ہے ہر انسان کی زندگی کا خاتمہ الباب یہی ہے۔

عمروؓ کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے ؎

(۱) المتران الدھر اخنت صروفہ — علی عمرو السھمی تجبالہ مصر

(۲) فلم یغن عنہ حزمہ واحتیاطہ — ولا جمعہ لما استبر لہ الدھر

(۳) وامس مقیما بالعراء وضللت — مکائدہ عنہ وامواله الدثر

ترجمہ:- (۱) کیا تم نے نہیں دیکھا۔ زمانے کی گردش نے اس عمرو سہمی کو بھی اپنی گرفت سے نہیں بچنے دیا۔ جس کے سامنے مصر جیسی سرزمین باج گذار تھی۔

(۲) اُسے تقدیر کے اٹل فیصلے سے نہ اس کی حزم و احتیاط ہی بچا سکی اور نہ اس کی جمعیت و تدبیر۔

(۳) آخر کار اسے اپنے تمام عقل و فراست اور کثرتِ اموال کے علی الرغم چٹیل میدان ہی کو اپنا وطنِ مالوف اور آخری اقامت گاہ بنانا پڑا۔

Marfat.com

Marfat.com

باب چہارم

عمرو — اور — قیادت

- قیادت کے معنی
- ایمان
- قائد کی شخصیت
- فوج کا انتظام
- سیاست و کیاست

Marfat.com

Sv. of profit will be. in brackets:
Incentive
Prices
in management calculating
Profit Sharing resulting
insentive for
wages and salaries.

قیادت کے معنی

فن حرب خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے اور اسلحۂ جنگ خواہ کیسی ہی جدّت اختیار کریں، ہر حال میں اُن کا انتظام و انصرام انسان ہی کے ہاتھ کا محتاج رہے گا۔

جو فوج بھی کسی میدان میں فتح و نصرت حاصل کرنے کے لئے کبھی نکلے گی اُسے دیگر عوامل کے ساتھ سب سے اہم اور سب سے بڑے "عامل قیادت" یعنی رہنمائی سے ہمیشہ واسطہ پڑتا رہے گا۔ جس کے بغیر نہ فوج لڑ سکتی ہے اور نہ کسی میدان میں اُسے فتح حاصل ہو سکتی ہے۔

جو شخص بھی کسی میدانِ جنگ کی قیادت سنبھالنے کی جرأت کرے گا اُسے قدم قدم پر ملکۂ قیادت، صفاتِ قیادت اور قدرتِ قیادت کی ضرورت پیش آئے گی۔

آیئے اب ہم یہ معلوم کریں کہ قیادت کی تعریف کیا ہے۔

جنگ کے بعض ماہرینِ خصوصی کے نزدیک قیادت انسان کی طبیعت اور اس کے مزاج کے ساتھ معاملہ کرنے کا نام ہے۔

بعض کے نزدیک انسانوں کی جماعت پر بحث و تمحیص، ہدایت و ارشاد اور رغبت و توجہ کے ذریعے اثر ڈالنے اور پھر اس اثر کو کام میں لا کر انہیں ایک معیّن راستے اور مقررہ منزل کی طرف اتحاد و اتفاق اور اطاعت و اعتماد کے ساتھ چلانے کا نام قیادت ہے۔ جسے مختصر عبارت میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ — قیادت اُس فن کا نام ہے جس کے ذریعے انسانوں کو کسی معینہ منزل کی چلنے کے لیے آمادہ اور تیار کیا جاتا ہے۔

قیادت اگرچہ کوئی ایسا فن نہیں ہے جسے احاطۂ نظر میں لایا جا سکے۔ لیکن اس کے اثرات اور نتائج کے ذریعے اُسے احاطۂ علم میں ضرور لایا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا رابطہ سراسر قوائے معنویہ مثلاً رغبت و شوق، شعور و احساس، مقصد و مدعیٰ اور فرد و جماعت کے عقلی احساسات اور ذہنی کیفیات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جسے پیشانی کی آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔

Marfat.com

Marfat.com

قیادت کا مرتبہ و مقام عوامل حرب میں سب سے زیادہ بلند ہے۔ یہاں تک کہ میدان جنگ میں فتح و نصرت حاصل کرنے کے لیئے فوجوں کو جمع کرنا کبھی اتنا زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتا جتنا مفید اچھی قیادت کا فراہم کرنا ہوتا ہے۔

جنگ کے لیے قیادت جتنی ضروری ہے۔ اتنی ہی قیادت کے لئے قابلیت اور لیاقت ضروری ہے۔ لیاقت سے مراد قائد کی روح۔ اس کے اندرونی قویٰ، اس کا تجربہ اور اس کا فوج کے ساتھ البیا رابطہ اور برتاؤ ہے جس کے نتیجہ میں فوج کا ایک ایک سپاہی اپنی جان کو خوشی کے ساتھ قربان کر دینے کے لیے پیش کر دے

کامیاب قیادت کی جدید مثال نپولین کی قیادت ہے جس نے بے سروسامان فوج کو لے کر دیکھتے ہی دیکھتے الپ کے پہاڑوں کو عبور کر کے اٹلی اور لمبارڈیا کی سرزمین پر جھنڈا گاڑ دینے میں کامیابی حاصل کی [1]

اور قدیم مثال حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قیادت ہے۔ جنہوں نے بدر کے میدان میں کثیر التعداد قریش کو صحفی بھر مسلمانوں کے ذریعہ شکست دے کر اعلیٰ ترین قیادت کا نمونہ پیش کیا۔

قائد جس قسم کا ہوتا ہے فوج بھی اسی قسم کی ہو جاتی ہے۔ اگر کسی فوج کو کارساز اور لائق قائد میسر آجاتا ہے تو اس کی قوت میں اس کی تعداد سے کئی گنا زیادہ اضافہ ہو جایا کرتا ہے۔

قیادت یا رہنمائی فوجی زندگی ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اس کی ضرورت زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی پیش آتی ہے۔ اور ہر شعبہ میں یہ اپنا اثر فیصلہ کن حد تک رکھتی ہے۔

قیادت کے ملکہ اور استعداد کے بارے میں بھی اہل علم کے درمیان کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ استعداد سب لوگوں میں نہیں ہوتی اور جن میں ہوتی ہے وہ بھی

---

[1] نپولین کے پاس بے سروسامان فوج تو تھی مگر جب وقت جنرل نادر خاں پیرس سے افغانستان آیا تو اس کے ساتھ تو کوئی بھی متنفس نہ تھا مگر وہ اپنی اولوالعزمی کی بدولت آخر کار تمام افغانستان کا مطلق العنان بادشاہ بن گیا۔ مگر اسے کیا کیجئے کہ ہمارے ذہنوں پر خواہ وہ پاکستان کے ادیب ہوں یا مصر کے انشاپرداز برتری یورپ کا ایسا رعب بیٹھا ہوا ہے کہ ان کو جب کوئی مثال دینی ہوتی ہے تو ان کے سامنے اس وقت بھی کسی یورپین کی تصویر آتی ہے اور مسلمانوں کے کارنامے کو وہ یکسر بھول جاتے ہیں۔ (محمد احمد پانی پتی)

Marfat.com

Marfat.com

پیدائشی ہوتی ہے جسے کسب اور کوشش سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

بعض دوسرے اس کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ یہ استعداد انسانیت کے جوہرِ اصلی میں داخل ہے اور کم و بیش ہر شخص میں پائی جاتی ہے۔

جب یہ بات پایۂ ثبوت اور حد تجربہ کو پہنچ چکی ہے کہ فوج قائد کی صفات، اس کے سلوک اور اس کے نمونۂ کردار سے غایت درجہ اثر قبول کرتی ہے تو پھر ہر قائد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر قیادت کی بہترین اور اعلیٰ ترین صفات پیدا کرے تاکہ وہ اپنے مقصد میں زیادہ سے زیادہ کامیاب اور فائز المرام ہو سکے۔

قیادت کی ضروری اور لازمی صفات کے بارے میں بھی اگرچہ اقوال مختلف ہیں لیکن مندرجہ ذیل صفات پر تقریباً سب ہی کا اتفاق پایا جاتا ہے:۔

(۱) یقین و ایمان (۲) بھروسہ و اعتماد (۳) نظم و نسق (۴) مقابلہ اور تصادم (۵) حفظِ افواج (۶) حقائق کا مقابلہ (۷) قدرت و قابلیت (۸) شخصیت و وجاہت (۹) شجاعت و دلیری (۱۰) درستی اندازہ (۱۱) تدبیر و حیلہ اور (۱۲) ایثارِ ذات

ہم چونکہ اس باب میں عمرؓ کی قیادت سے بحث کر رہے ہیں اس لئے مندرجہ بالا صفات کے آئینہ میں عمرؓ کی قیادت کو دکھانا چاہتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ وہ صفات کیا تھیں جنہوں نے عمرؓ کی شخصیت کو تاریخ حرب کے اعلیٰ مقام پر پہنچا کر ہمیشہ کے لئے نمونۂ تقلید بنا دیا ہے۔

Marfat.com

(۱) ایمان

عمرو بن عاص جزیرہ عرب میں پیدا ہوئے۔ جہاں بتوں کی پرستش کی جاتی تھی۔ اور آبادی چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں تقسیم تھی۔ جن کے درمیان اگر کوئی ربط و تعلق تھا تو وہ محبت کے بجائے عداوت کا اور انصاف کے بجائے زبردستی کا تھا۔ ایسی صورتِ حال میں دعوتِ محمدی نے ظاہر ہو کر انہیں اخوت و محبت اور عدل مساوات کی طرف بلایا اور اُن بری عادات سے نفرت دلائی جن کی فرماں روائی تمام جزیرۂ عرب پر قائم تھی۔ اور ایک قدم اس سے بھی آگے بڑھا کر اس دین کو بھی نشانۂ تنقید بنایا جو سارے جزیرے کا دین تھا اور اس کے بجائے ایک نیا دین پیش کر دیا۔

جزیرے کی اکثریت نئے دین کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑی ہو گئی اور تلوار سونت کر میدان میں نکل آئی۔ نئے داعیوں کو نشانۂ ظلم و ستم بنانا شروع کر دیا۔ جس سے تنگ آکر وہ لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

کیا حبشہ عرب سے دور تھا.....؟ اور کیا عربوں کے گھٹنوں میں اتنا دم خم نہیں تھا کہ وہ بھاگنے والوں کا تعاقب حبشہ تک کر سکتے؟ تھا، اور ضرور تھا اور صرف اس لیے تھا کہ ان کے درمیان ایسے مواقع کے لیے ایک اقدام پسند بہادر موجود تھا جو عاص کا بیٹا اور عمرو کے نام سے مشہور تھا۔

اس تمہید سے ہم یہ بات نکالنا چاہتے ہیں کہ عمرو نے دعوتِ اسلامیہ کے مقابلہ میں اندرونِ جزیرہ اور بیرونِ جزیرہ دونوں جگہ ایسی شدید جنگ لڑی جس میں صلح کے لیے کوئی لچک موجود نہیں تھی۔ بیرونِ جزیرہ کا ثبوت اُس کا وہ قول ہے جو اُس نے نجاشی سے کہا تھا: "یہ لوگ ایک انوکھا دین بنا کر کھڑے ہوئے ہیں۔ جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ۔ اور اس دین کا اصل بانی ایک جھوٹا آدمی ہے جو اپنے آپ کو خدا کا رسول کہتا ہے کچھ بیوقوف قسم کے لوگ اس کے ساتھ مل گئے ہیں۔"

دن گزرتے گئے اور دینِ قویم محمد وسعت اختیار کرتا اور قریش کے بہادروں کو شکست پر شکست دیتا چلا گیا۔ عمرو بھی اپنی حد نگاہ تک دینِ جدید کی کامیابی کو دیکھتے رہے۔ اور بالآخر اُس

Marfat.com

مقام تک پہنچ گئے جس پر کھڑے ہو کر وہ خود بول اُٹھے کہ :-

"بات کھل کر سامنے آگئی ہے اور میرے دل میں اسلام گھر کرتا جا رہا ہے"

اور انہی کی صدائے بازگشت تھی جو اُن کے دوست نجاشی کی زبان سے بھی اس طرح سنائی دے رہی تھی کہ :-

"عمرؓ، محمد کی تابعداری اختیار کر لو۔ اس لیے کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں اور یقیناً وہ اپنے مخالفین پر اسی طرح غلبہ پاتے چلے جائیں گے جس طرح حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور افواجِ فرعون پر غلبہ پایا تھا"

عمرؓ اس مرحلہ پر پہنچنے کے بعد اپنے ضمیر کے تقاضے کو زیادہ دیر تک دبا نہیں سکتے تھے چنانچہ وہ ایمان لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اعلانِ اسلام کرتے وقت اپنی سابقہ غلطیوں کی معافی کا بھی اطمینان کر لیا

ایمان لانے کے بعد عمرؓ و مسلمانوں میں بھی صدارت ہی کے مقام پر فائز ہوئے۔ اور چونکہ ان کا ایمان خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں بھی ایک مضبوط اور راسخ ایمان تھا اس لیے حضور نے انہیں ایک ایسی مہم کے لیے دعوت دی جس کے نتیجہ میں مالِ کثیر کی اُمید تھی۔ تو عمرؓ نے اپنے اخلاصِ ایمانی ہی سے مجبور ہو کر حضور پر نور سے عرض کیا تھا کہ :-

"میرے آقا! میں نے مال کے لالچ اور دنیا کی طمع میں اسلام قبول نہیں کیا۔ بلکہ اُسے حق اور صداقت سمجھ کر قبول کیا ہے"

اس باب میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں کہ وہ عمرؓ کا ایمان ہی تھا جس نے انہیں ذات السلاسل میں اعداءِ اسلام کے مقابلہ میں تلوار کھینچ کر میدان میں نکل آنے پر آمادہ کیا تھا۔

وہ بھی ایمان ہی کا شعلہ تھا جس نے انہیں عہدِ صدیق میں فتنۂ ارتداد کے مقابلہ میں سرگرم کر دیا تھا۔

فلسطین کے جہاد میں بھی اُن کی جاں بازی اور قیادت افواج ایمان ہی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے تھی۔

پھر عہدِ فاروقی میں مصر کا تاریک راستہ بھی انہیں ان کی مشعلِ ایمانی ہی نے ان کے سامنے روشن کیا تھا

اور مصر کے بعد برقہ، طرابلس، نوبہ اور شمالی افریقیا کی دور دراز سرزمین کو بھی اُن کے ایمان اور یقینِ محکم

Marfat.com
Marfat.com

کے مقناطیس ہی نے اُن کے لیے نرد دیب تر بنا دیا تھا۔

بہر حال عمرؓو کا ایمان قوی اور ناقابلِ شکست تھا اور اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ ان کی افتاد نے بھی ان کی قوتِ ایمانی کا پورا پورا عکس قبول کیا تھا۔ اور جو عظیم الشان فتوحات ان کو حاصل ہوئیں ان میں قوتِ ایمانی نے پورا پورا کردار ادا کیا

ایمان کی جڑ اور اس کا تنہ مضبوط ہو جانے کے بعد پھر اُس تنے سے جو شاخ بھی نکلتی ہے وہ مضبوط اور شاداب ہی ہوتی ہے۔ عمرؓو کا ایمان بالدین ایک ایسی مضبوط جڑ تھی جس سے ہر ہر قدم پر جزوی مقاصد کے لیے ایمان کی شاداب شاخیں نکلتی اور کامیابی کے برگ وبار لاتی رہیں۔ اور جو مقصد، جو تدبیر، جو معرکہ اور جو محاذ بھی ان کے سامنے آیا اس پر وہ پورے بھروسے، پورے عزم پوری صداقت، پورے اخلاص، پوری شجاعت اور بھرپور ایمان و ایقان کے ساتھ جم گئے۔ اور آخری مقصد ہمیشہ ایک ہی رکھا اور وہ تھا اشاعت اسلام اور شہادت فی سبیل اللہ

Marfat.com

Non-Operating Incomes

(۲) شخصیت

شخصیت کی کوئی جامع اور منطقی تعریف کرنا تو مشکل ہے۔ البتہ اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا جا سکتا ہے :۔

بعض کے نزدیک شخصیت اُن صفات کے مجموعہ کا نام ہے جن کے ذریعہ ایک فرد دوسرے فرد سے امتیاز حاصل کرتا ہے۔

بعض کے نزدیک شخصیت ان جسمانی، عقلی اور اخلاقی صفات کے مجموعہ کا نام ہے جن سے کوئی انسان متصف ہو۔

بعض کے نزدیک شخصیت ان امتیازات کے مجموعہ کا نام ہے جن کی بنیاد پر افراد کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔

شخصیت کے کچھ اجزاء اوّلی ہیں اور کچھ اجزاء ثانوی۔

شخصیت کے اجزائے اوّلی وہ نسبتی صفات اور نسبتی قوٰی ہیں جو اپنی نوعیت اور اپنی مقدار کے اعتبار سے افراد کے درمیان گھٹتے بڑھتے اور مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان کے گھٹنے بڑھنے ہی سے شخصیات ایک دوسرے سے جُدا اور ممتاز ہوتی ہیں۔

شخصیت کے اجزائے ثانوی وہ عوامل ہیں جو باہر سے اس کے اندر داخل ہوتے اور اس کی تکوین و تشکیل میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ان عوامل میں بھی کچھ فطری ہوتے ہیں، کچھ موروثی اور کچھ کسبی و اکتسابی۔ جو موقوف ہیں حالات، ماحول اور خصوصی تجربات پر

شخصیت کے انہی اجزائے اولی و ثانوی کی روشنی میں ہم عمرؓو بن العاص کی ذات و صفات کو دیکھنا اور دکھانا چاہتے ہیں۔

۱۔ بھروسہ | اعتماد علی النفس شخصیت کے بنانے اور اس کو پختہ کرنے کا سب سے بڑا عامل ہے۔ جس شخصیت میں خود اعتمادی پیدا ہو گئی اُس کے ہر عمل میں جان پڑ گئی اور اس کا ہر اقدام کامیابی کی منزل

Marfat.com

تک پہنچ گیا۔

بھروسہ پیدا ہوتا ہے فرد کی قدرت و طاقت سے۔ اور جس شخص کو خود اعتمادی کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ ہر صورتِ حال کا مقابلہ اطمینان قلب اور تیقن نصرت کے ساتھ کرتا ہے۔

عمروؓ کو اس صفت کا کتنا حصہ ملا تھا۔ اور انہیں اپنی ذات پر کس قدر بھروسہ اور اعتماد حاصل تھا، اس کا اندازہ ان کی جنگوں اور دیگر کارناموں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

عمرو ذات السلاسل میں اپنی فوج کو ترتیب دے رہے تھے کہ ان تک وہ امداد پہنچ گئی جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہؓ کی قیادت میں روانہ کیا تھا۔ ان ابو عبیدہ نے جب اس بات کا اظہار کیا کہ فوج کی عمومی قیادت بھی ان ہی کے حوالے کر دی جائے تو عمروؓ نے ان کی خواہش کو رد کر دیا اور اس رد کی وجہ یہ تھی کہ عمروؓ کو اپنی ذات پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں۔ اور فرائض قیادت ادا کرنے میں ابو عبیدہ سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ چنانچہ قیادت کا فیصلہ عمروؓ ہی کے حق میں رہا۔

دوسرے موقع پر عمرو اور قرہ بن ہبیرہ کے مابین ملاقات ہوتی ہے جس میں قرہ عمروؓ کو ان کے جہادِ مرتدین و منکرین زکوٰۃ کے موقف سے کچھ کمزور کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:۔

"عرب تمہارے ٹکیں گذار بن کر زندگی گزارنا ہرگز گوارا نہ کریں گے۔ اس لیے اگر تم انہیں زکوٰۃ کی معافی دے دو تو اس کے بعد وہ تمہارے مطیع و منقاد بن جائیں گے۔"

تو اس کا جواب عمروؓ نے یہ دیا تھا کہ:۔

"میں تجھے اس وقت جہنم کے کنارے پر دیکھ رہا ہوں اور اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اور تیری جماعت اس کے اندر گر جانے کے لئے تیار کھڑی ہے۔"

اس کے بعد عمروؓ کا اعتمادِ نفس اُسے مزید جھنجھوڑتا ہے:۔

"کیا تو ہمیں عربوں سے ڈرانے کی کوشش کرتا ہے۔ سُن لے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُن کو اور ان کے ساتھ تجھ کو بھی گھوڑے کی ٹاپوں سے پامال کر کے رکھ دوں گا۔"

عمروؓ کا یقینِ ذات اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا ہے:۔

"اللہ میں تیری گردن دبوچ کر ہی رہوں گا، خواہ تو اس کے آگے جنات کی باڑھ ہی کیوں نہ کھڑی کر دے۔"

یرموک کے موقع پر بھی عمروؓ کا اعتمادِ ذات ہی تھا جس نے پورے بھروسے کے

Marfat.com

ساتھ مسلمانوں کی انفرادی قیادتوں کو اپنے پُر اعتماد مشورے سے ایک قیادت میں تبدیل کیا تھا اور پھر اس خوفناک جنگ میں فتح مبین حاصل کر کے گویا ایک بہترین عملی دلیل اپنی رائے کی اصابت پر قائم کر دی تھی۔

ارطبونِ روم کے مقابلہ میں نکلنے کی جرأت عمرؓ کبھی نہ کرتے اگر انہیں اعتماد اور بھروسے کی لازوال طاقت حاصل نہ ہوتی۔ اور پھر اس طاقت میں مزید شحنہ سامانی خلیفہ عمرؓ کا یہ قول پیدا نہ کر دیتا کہ:۔

"ہم نے بھی ارطبونِ روم کے مقابلہ میں اپنا ارطبونِ عرب بھیج دیا ہے"

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عمرؓ ارطبونِ روم کے بھرے دربار میں بذاتِ خود سفیر بن کر گئے اور اپنی شخصیت کو پوشیدہ رکھتے ہوئے کامیاب جاسوسی کر آئے۔ اور ارطبون کی آنکھوں میں ایسی دھول جھونک آئے جس کے بعد اُس نے خود اپنی زبان انفعال سے اس بات کا اعتراف کیا کہ:

"عمرو یقیناً ساری دنیا سے زیادہ چالاک اور ہشیار شخص ہے"

اسی اعتماد علی النفس اور یقینِ ذات کا حیرت انگیز مظاہرہ اسکندریہ میں محصور ہو جانے کے وقت ہوا۔ جب رومی اسکندریہ میں صرف چار مسلمان تھے جن میں سے ایک خود عمرو تھے۔ اور طے پایا تھا کہ تم میں کا ایک ہمارے پہلوان کا مقابلہ کرے، اگر وہ غالب آجائے گا تو سب کو رہا کر دیا جائے گا۔ اور مغلوب ہو گیا تو چاروں گرفتار ہو جائیں گے۔ تو رومی پہلوان کے مقابلہ میں سب سے پہلے عمرؓ ہی نے بڑھنے کا ارادہ کیا تھا۔

غرضیکہ اپنی ذات پر بھروسہ تعمیرِ شخصیت کا ایک اہم عامل ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو قائد اپنی ذات پر بھروسہ کرے گا اس کی فوج بھی اُس پر یقیناً بھروسہ کرے گی اور جو قائد خود اپنے اوپر بھروسہ نہیں کرتا اُسے اس بات کی کبھی اُمید نہ کرنی چاہیئے کہ دوسرے اُس پر بھروسہ کریں گے۔

عمرؓ کے اعتمادِ ذات کی جو مثالیں ہم نے اوپر پیش کی ہیں اُنہی کی یہ برکت تھی کہ فوج اور قوم دونوں کو عمرؓ پر بھروسہ تھا۔

اگر عمرؓ مصر کی طرف رغبت دلاتے ہوئے اپنے پورے اعتماد نفس کا ثبوت نہ دیتے تو یقیناً حضرت عمرؓ مصر کی اُلجھن میں کبھی نہ پڑتے۔

اس کے بعد جب عبداللہ بن ابی سرح کے دور میں منوئیل نے دوبارہ اسکندریہ کی واپسی اور

Marfat.com

مصر کی بازیابی کے لئے فتوحات شروع کر دی تھیں تو اہل مصر کو اگر عمرو پر بھروسہ نہ ہوتا تو وہ حضرت عثمانؓ سے عمرو کو بھیجنے کا مطالبہ نہ کرتے

چونکہ عمروؓ خود اپنی ذات پر اعتمادِ کامل رکھتے تھے اس لیے قوم کو بھی ان پر پورا پورا اعتماد تھا۔ اور اسی اعتماد کی بنا پر انہوں نے دوبارہ مصر پہنچ کر منوئیل کو مصر سے مار بھگایا تھا۔

---

(۲)

مشکل پسندی اس بات پر بھی علمائے نفس کا اتفاق ہے کہ فردِ قوی وہی ہے جو ذمہ داریوں کا متلاشی رہے اور فردِ ضعیف وہ ہے جو ہمیشہ ذمہ داریوں سے جی چُرائے۔ اور اس طرح فرار اختیار کرے جیسے خوفناک درندوں سے فرار اختیار کیا جاتا ہے

ذمہ داری کی تلاش اور ان کو قبول کرنا فرد کے اندر قیادت کی صلاحیت، کارپردازی کی قدرت، اعتماد علی النفس، یقینِ محکم، جرأت و اقدام، پیش قدمی اور تعاون کی صفات کو پرورش کر کے اُسے بڑے بڑے کام کر جانے کے قابل بناتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے جب منکرین زکوٰۃ اور مرتدین سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو اُس وقت عمروؓ بن العاص قضاعہ میں مقیم تھے۔ خلیفہ نے اُن کے پاس پیغام بھیجا کہ:-

"اے ابو عبداللہ میں تمہیں ایسے کام کے لئے فارغ کرنا چاہتا ہوں جو تمہاری معاش اور معاد دونوں کے لئے بہتر ہوگا"

پھر اس پر استدراک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"الا یہ کہ تم اپنے لیئے اسی حال کو پسند کرو جس پر تم اس وقت ہو"

حالانکہ خلیفہ کا یہ استدراک عمروؓ جیسے شخص کے لئے بے محل اور خلاف واقعہ تھا۔ اس لیے کہ عمروؓ کے بارے میں کبھی یہ فرض ہی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کسی بھی ذمہ داری سے جان چُرا سکتے ہیں چنانچہ عمرو کی طرف سے خلیفہ کے پاس اسی قسم کا جواب آیا بھی۔ جس میں انہوں نے عرض کیا:-

"..... آپ ان میں سے ایسے تیر کو منتخب فرمالیں جو دشمن کے سامنے سخت ترین، خدا کے سامنے نرم ترین اور آپ کے نزدیک افضل ترین ہو۔ اور پھر اُسے جس سمت چاہیں پھینکدیں....."

عمروؓ کے کاندھوں پر مرکز خلافت کی طرف سے ڈالی گئی ذمہ داریاں بظاہر اُس وقت ختم ہو جاتی ہیں جب انہوں نے خلیفہ حضرت عمرؓ کو بیت المقدس کا چارج دلوا دیا تھا۔

Marfat.com

لیکن ذمہ داریاں اُس شخص کی نسبت ابھی ختم نہیں ہوئی تھیں جو ایک اہم شخصیت بننے کی داغ بیل ڈال رہا تھا۔ اور جسے تاریخ کے درخشاں اُفق پر ابھی بہت سے چاند اور ستارے روشن کرنے تھے۔ اُس کے اعصاب فلسطین سے بھی بڑی اور کٹھن ذمہ داری کا بوجھ اُٹھانے کے لیئے انگڑائیاں لے رہے تھے۔ اور بالآخر انہوں نے خلیفہ عمرؓ کو ایک ایسے پُرخطر اقدام پر تیار کر ہی لیا جس کے بارے میں وہ کبھی سوچنے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔ اور مشکل پسندی کی انتہا کر دی۔ جب خلیفہ سے صرف چار ہزار فوج لے کر مصر جیسی وسیع مملکت پر چڑھ دوڑے۔

مصر کے حاصل کر لینے کے بعد بھی ان کی مشکل پسندی کی پیاس نہ بجھی تو برقہ اور طرابلس کی طرف بڑھ گئے۔ وہ اس سے بھی آگے بڑھ جاتے اگر خلیفہ عمرؓ حکماً انہیں آگے بڑھنے سے نہ روک دیتے۔

مشکل پسندی یا تلاش ذمہ داری کی صفت کو دو اور صفات سے نہایت گہرا ربط ہے۔ جن میں سے ایک پختگی ارادہ ہے اور دوسری ثبات قدمی ہے۔ جو فرد بھی مشکل پسند یا ذمہ داری کو دعوت دینے والا مول لیتا ہے وہ لازمی طور پر مضبوط ارادے کا مالک اور پھر اس ارادے کی تکمیل کے لیے اسباب و ذرائع اور حالات و مواقع کی فراہمی پر ثابت قدم اور مستقل مزاج بھی رہتا ہے۔

عمرو کی تمام صبر آزما اور طویل جنگوں میں اُن کے سامنے اپنے آقا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارادہ قوی اور وہ استقلالِ مزاج نمونۂ تقلید رہا جس کا ثبوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرۂ عرب میں دینِ جدید کی دعوت کے دوران پیش کیا تھا کہ ایک طرف اہل عرب اور بالخصوص قریش کا شدید ترین دباؤ تھا اور دوسری طرف فردِ واحد کا آہنی عزم اور کوہ شکن استقلال جس نے بالآخر فتح حاصل کی اور جزیرۂ عرب پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا جھنڈا گاڑ کر چھوڑا۔

اور عمرو بن العاص اپنے اقدامات میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا وہ ارشادِ گرامی بھی ہر جگہ اپنے سامنے رکھتے تھے جو آپ نے اپنے چچا سے فرمایا تھا کہ :-

"چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دیں گے تو میں اس کام کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔"

اور تاریخ اسلام ہمیں یقین دلاتی ہے کہ عمرو کے کانوں میں حضور کا یہ قول برابر گونجتا رہا۔ ہمیں یاد ہے کہ عمرو کے سامنے فتوحات کے دوران میں مصر کے حاکم نے گرانقدر مال پیش کیا تھا اور مطالبہ کیا تھا کہ وہ مصر سے واپس چلے جائیں تو انہوں نے اس مال کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے ثابت کر دیا تھا کہ ہم مال کے لیئے نہیں، اسلام اور صرف اسلام کے لیئے لڑنے آئے ہیں اور ہماری

Marfat.com

قدر و فضیلت اُس سے بہت زیادہ ہے جو مصر کے حکمران سمجھتے ہیں۔

عمرو کا مصر سے بھی آگے مغرب کی طرف بڑھ جانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ان کو شکل پسندی قبول خطرات، قوت ارادہ اور مستقل مزاجی کی صفات کس پیمانہ پر حاصل تھیں اور ان کی شخصیت کی تعمیر میں ان صفات کا کتنا اہم حصہ تھا۔

---

(۳) عملی نمونہ | فوج اپنے قائد سے بیحد متاثر ہوتی ہے۔ وہ اس کے نقشِ قدم پر چلتی اور اُسے ہر کام میں اپنے سامنے ایک مثالی نمونہ بنا کر رکھتی ہے۔ ایسا نمونہ جس میں سرتاپا خوبیاں ہی خوبیاں نظر آئیں اور عیب ایک بھی دکھائی نہ دے۔ اور پھر اس کی تقلید بھی اس حد تک کرتی ہے، کہ کہنے والے کے اس قول کو سچ کر دکھاتی ہے کہ:۔

"جیسا قائد ویسی فوج"

قائد کے لیئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنی اُس فوج کے لیے جس سے قدم قدم پر قوت، قدرت، شجاعت، اقدام اور قربانی کی اُمید رکھتا ہے اور اپنے ایک اشارہ ابرو پر موت تک سے کھیل جانے کا آرزو مند ہے، ضروری ہے کہ وہ خود بھی اُن کے سامنے ایک کامل نمونۂ تقلید بنے۔ جس کے نقشِ قدم پر چل کر وہ بھی اس کی آرزوؤں کی تکمیل کریں۔

تبریز ذات السلاسل میں مسلمانوں نے عمرؓو سے آگ روشن کرنے کی اجازت مانگی تو اجازت نہ ملی۔ جس پر اُن کو غصہ آیا۔ اور واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے اس بات کی شکایت بھی کر دی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے جواب طلب کیا تو عمرو نے عرض کیا:۔

"مجھے اندیشہ تھا کہ آگ کی روشنی سے دشمن ہماری قلتِ تعداد کا صحیح اندازہ لگائے گا اور اس کے حوصلے بلند ہو جائیں گے"

پھر مزید عرض کیا کہ:۔

"یا رسول اللہ خود میں بھی تو اُس کشتی میں سوار تھا اور سردی کا احساس سب لوگوں کی طرح کر رہا تھا"

مزید عرض کیا کہ:۔

"میرا دل بھی یہی چاہتا تھا کہ آگ روشن کر کے ہاتھ پاؤں گرم کر دوں"

Marfat.com

Marfat.com

عمرو کے آخر الذکر ہر دو فقروں سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ عمروؓ اپنی فوج کے ہر سرد و گرم میں اُن کے ساتھ رہتے اور اُن کے لیے عملی نمونہ بنتے تھے۔ جس سے فوج پر مطلوبہ عمل آسان ہو جاتا تھا۔

اجنادین میں باوجود اس کے کہ وہ فوج کے تاجر تھے باوجود اس کے کہ وہ دوسرے لوگوں کو جاسوس بنا کر دشمن کے کیمپ میں بھیج سکتے تھے۔ اور باوجود اس کے کہ جاسوس بن کر جانے میں خود ان کی جان کا خطرہ تھا۔ پھر بھی بذاتِ خود دشمن کے کیمپ میں پہنچ گئے اور اپنے اس عمل سے ثابت کر دیا کہ تمہارا قائد صرف حکم ہی دینے والا نہیں ہے بلکہ تمہارے سارے کاموں میں برابر کا شریک اور ایک اچھا نمونۂ عمل بھی ہے۔

---

(۴) دُور بینی | قائد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حالات کا اندازہ دور تک لگا سکے۔ اور اپنے احکام کے نتائج، اپنے فیصلوں کے اثرات، اپنے منصوبوں کے طول و عرض اور اپنے جائزوں کی رسائی کو حال کی روشنی میں دیکھنے کے ساتھ ساتھ مستقبل کی روشنی میں بھی دیکھے۔ اس دُور بینی اور دُور اندیشی میں حقیقی ضمانت ہوتی ہے اُس کے اقدامات کی کامیابی اور تقل و حرکت کی فتح مندی کے لیے۔

یرموک میں عمروؓ نے جس وقت مسلمانوں کی متفرق افواج کو اتحاد کی لڑی میں پرو کر وحدتِ قیادت کا مظاہرہ کیا تھا تو اُس وقت اُن کے سامنے صرف یرموک ہی نہیں تھا بلکہ وہ یرموک کے بعد ہر میدان میں اس کی ضرورت کو پہلے میدانوں سے زیادہ محسوس کر رہے تھے۔ اور اتنی دُور دیکھ رہے تھے جتنی دُور عام قائدین کی نگاہ دوڑ ہی نہیں سکتی۔ اور یہی وجہ تھی کہ مسلمان ایک بار یرموک میں متحد ہو جانے کے بعد پھر شام اور فلسطین کے تمام معرکوں میں متحد ہی رہے۔

مصر میں ام دُنین کی تسخیر کے بعد ہی عمروؓ نے دُور اور بہت دُور بابلیون میں اپنے آنے والے مؤقف کو دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے لیے ہمیں نیل کے اُتار کا طویل انتظار کے ساتھ ساتھ مزید فوجی امداد کی بھی ضرورت پیش آئے گی۔ چنانچہ انہوں نے قبل از وقت ہی خلیفہ کو امداد کے لیے لکھ دیا تھا۔ اور طویل انتظار کے وقفہ کو استعمال کرنے کے لیے بھی انہوں نے منصوبہ بنا لیا تھا اور اس منصوبہ کے مطابق بذاتِ خود فوج لے کر صوبۂ فیوم کے رومیوں کو ہراساں کرنے اور ان کے قویٰ کو مضمحل کرنے کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

پھر جونہی زبیرؓ کی کمک مصر میں داخل ہوئی تو اُس سے ملنے میں جلدی کرنا بھی اسی دور بینی اور دقتِ نظر کا تقاضا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رومی ہمارے اور اس کمک کے درمیان حائل ہو کر اُسے ہمارے لیے بے سود بنا دیں

بابلیون کے محاصرہ کے دوران بھی جب انہیں تھیوڈور کی نقل و حرکت کا علم ہوا تو اُن کی دُور بینی نے مشورہ دیا کہ اُسے قلعہ تک آنے سے پہلے دُور ہی کسی جگہ روک دیا جائے۔ چنانچہ عمروؓ بلا تاخیر بذاتِ خود اس کے مقابلہ پر بھی سمنود تک پہنچ گئے اور اس کے حملے کو پسپا کر دیا۔

اسکندریہ کے محاصرہ کو لمبا ہوتے دیکھ کر بھی عمروؓ نے ازراہِ دُور بینی ضمنی فتوحات کا منصوبہ بنایا اور فاضل طاقت کو لے کر پورے ایک سال تک کریون، دمنہور، سخا، طوخ، دسیس اور دمیاط وغیرہ علاقوں کی طرف کام کرتے رہے

بالائی مصر کے لیے حذافہ کی مہمات بھیجنے اور اُسے حذافہ کے ہاتھ سے فتح کرانے میں بھی عمروؓ کی دُور بینی ہی کارفرما تھی۔ اس لیے کہ اس علاقہ کے رومیوں سے کسی وقت بھی خطرات پیش آ سکتے تھے۔

اسکندریہ سے جب خود قیرس پیغام صلح لے کر عمروؓ کے پاس پہنچا تو عمروؓ کی دور بینی ہی نے اس کا باعزت استقبال کرایا! اور یہ الفاظ عمروؓ کی زبان سے کہلوائے کہ:-

"آپ نے خود تشریف لا کر ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

اور عمروؓ نے اپنے اس استقبال کا فوری ردِ عمل بھی نہ دیکھ لیا کہ قیرس نے اپنے مقام سے گر کر یہاں تک کہہ دیا کہ:-

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ زمین عطا کر دی ہے اس لیے آج کے بعد رومیوں سے کسی جنگ کا ارادہ نہ کریں۔"

بنیامین کو روپوشی سے نکال کر اس کے منصب پر بحال کرنا بھی عمروؓ کی دور بینی ہی کا تقاضا تھا۔ اور ان کی دوررس نگاہیں اُن فوائد کو پہلے ہی دیکھ رہی تھیں جن کا ظہور بعد میں ہوا۔

یہاں تک کہ جب منوئیل نے دوبارہ اسکندریہ پر قبضہ کیا تو اس وقت اُس نے رومیوں کا ساتھ نہیں دیا اور اس کی اخلاقی ہمدردیاں بدستور مسلمانوں کے ساتھ رہیں۔

صبراتہ کے بعد عمروؓ چاہتے تو شمالِ افریقہ کی طرف بدستور پیش قدمی جاری رکھتے۔ لیکن وہ بغیر سوچے سمجھے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اور جب انہوں نے دور بینی کی نگاہ سے معاملہ پر غور کیا تو آگے

Marfat.com

بڑھنے سے پہلے خلیفہ سے اجازت اور مدد طلب کر لی

---

(۵) قوتِ فیصلہ | قوتِ فیصلہ سے مراد ہے پیش آمدہ معاملات میں جلد فیصلہ کرنا، اس فیصلہ کے نافذ کرنے کے لیے پوری طاقت سے احکام جاری کرنا اور پھر فوراً ان احکام پر عمل کرانا اور ان سارے کاموں میں پوری حکمت تدبیر اور عوامل کی جانچ پڑتال کا لحاظ رکھنا۔

ہم نے ابھی ابھی عمرؓ کی دور بینی کے بیان میں جو مثالیں ذکر کی ہیں وہیں مثالیں عمرؓ کی قوتِ فیصلہ کا نمونہ بھی پیش کرتی ہیں۔ مثلاً:-

۱۔ مصر میں زبیر کی کمک کے ساتھ عمروؓ کا فوراً جا کر مل جانا۔

۲۔ محاصرۂ اسکندریہ کے دوران نشیبی مصر کی طرف پیش قدمیاں

۳۔ محاصرۂ بابلیون کے دوران سمنود کے مقام پر تھیوڈور کی پیش قدمی کو روکنا وغیرہ۔

لیکن قوتِ فیصلہ کا ذکر کرتے ہوئے اگر ہم ذات السلاسل کے دو واقعات کی طرف اشارہ نہ کریں تو مضمون تشنہ رہ جائے گا۔

(۱)۔ پہلا واقعہ وہ ہے جو ابو عبیدہؓ کے ساتھ پیش آیا، جب انہوں نے امداد لا کر فوج کی عمومی قیادت سنبھالنی چاہی۔ تو اسے پوری قوتِ فیصلہ کے ساتھ عمروؓ نے رد کر دیا۔ اس کا صحیح اندازہ آپ کو ان دونوں کی اُس گفتگو سے ہوگا جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:-

عمروؓ۔ یہاں فوج کا یقیناً ایک ہی امیر اور ایک ہی امام ہوگا۔ دو نہیں ہو سکتے۔

ابو عبیدہؓ۔ عمرو! اختلاف نہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی ہے کہ باہم اختلاف نہ کرنا۔

عمروؓ۔ لیکن اگر میں آپ کی بات نہ مانوں تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا طرزِ عمل اختیار کرنے کا حکم دیا ہے؟

ابو عبیدہؓ۔ یہی کہ میں تمہاری اطاعت کروں

عمروؓ۔ بس تو پھر میں آپ کی بات ماننے سے انکار کرتا ہوں۔ امامت عمرو کے سوا کسی دوسرے کی نہیں ہو سکتی۔

(۲)۔ دوسرا واقعہ آگ روشن کرنے کا ہے۔ مسلمانوں نے ابو بکرؓ کو ان کے پاس آگ کی مالغت کے بارے میں بات کرنے کے لیے بھیجا اور انہوں نے سفارش کی تو عمرو نے اُن کی بات سننا تک

گوارا نہ کی اور دوٹوک فیصلہ سنا دیا کہ:۔

"جو کوئی بھی آگ جلائے گا اُسے اُسی کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔"

اسی طرح فوج نے شکست خوردہ دشمن کے تعاقب پر اصرار کیا اور کہا کہ "ہم اُن کا پیچھا کر کے ان کا خاتمہ کر دیں اور اُن کے ساز و سامان پر قبضہ کر لیں" ـــــ تو اس مرحلہ پر بھی عمرو کی قوتِ فیصلہ ہی نے انہیں یہ کہہ کر خاموش کیا تھا کہ:۔

"بس میرا حکم یہی ہے جو میں دے چکا ہوں۔ اور اس کے بعد جو بھی ان کے تعاقب میں جائے گا سخت سزا کا مستوجب ہو گا۔"

عمرو کی یہی قوتِ فیصلہ تھی جس نے فوج کے درمیان مطلوبہ نظم و ضبط قائم رکھا اور جس کے نتیجہ میں فوج نے ہر میدان میں اُن کی پوری اطاعت کر کے دشمن پر ہر جگہ کامیابی اور فتحمندی حاصل کی۔

---

(۶) بے نفسی | کامیاب فرد پر متبادل کیفیات اور متضاد احساسات وارد ہوتے ہیں۔ اور اس لیے اس کی صفات متعین کرنے میں علمائے نفس کے مابین بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ کامیاب فرد اپنی زندگی اور اپنے تصرفات میں مبالغہ پسند اور متکبر ہوتا ہے اور اپنے علاوہ ہر شخص کو مرتبے اور حیثیت میں اپنے سے کم سمجھتا ہے۔

حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے۔ کامیاب فرد کے اطوار پر تواضع اور انکساری غالب ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس کی حقیقت لوگوں پر خود بخود واضح ہو جاتی ہے اور وہ خود اس کی ثنا خوانی کرنے لگتے ہیں۔ اور جب دوسرے لوگ اس کی کارسازی، قدرت و طاقت اور توفیق و کامیابی کی تعریف کرتے ہیں تو پھر اُسے تکبر اور غرور کے ذریعہ اپنی شخصیت کو منوانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

اس حقیقت کا قریب قریب سب اعتراف کرتے ہیں کہ خاموش عمل ہی کامیابی کا راستہ ہے اور تصنع اور بناوٹ ناکامی کی دلیل

ہر قائد اور رہنما کی طرح حربی قائد کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ متواضع اور وضیع ہو۔ اور جہاں تک ہو سکے اپنے بارے میں مبالغہ آرائی سے پرہیز کرے۔ اس لیے کہ اپنی فن کاری، اپنے کارنامے اور اپنے تصرفات کو خود اپنی ہی زبان سے بیان کرنے کی بہ نسبت زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ اُس کے کارنامے، اُس کی مہارتِ فن اور اس کی کارپردازیاں اس کی تعریف اور توصیف کریں (مشک

Marfat.com
Marfat.com

آنست کہ خود بوید۔ نہ کہ عطار بگوید)

ہم عمروؓ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو صاف نظر آجاتا ہے کہ باوجود عظیم الشان فتوحات اور کارناموں کے ان کے اندر غرور اور تکبر کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اور اس کے بجائے تواضع اور انکساری ضرورت سے بھی زیادہ پائی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنی مہارت جنگ اور فتوحات کا تذکرہ اپنی زبان سے اتنا نہیں کیا جتنا دوسرے لوگوں نے اور خود تاریخ نے کیا۔ جزیرۂ عرب کا بچہ بچہ عمروؓ کا تذکرہ اسلام کے ایک عظیم المرتبہ فاتح کی حیثیت سے کرتا تھا۔ اور مصر اور حوالی مصر کا ایک ایک فرد انہیں قائدِ سیاسی زیادہ قائدِ اخلاق اور قائدِ تواضع کی حیثیت سے جانتا تھا۔

ام ذنین میں عربوں اور رومیوں کے درمیان نہایت صبر آزما اور بازو شکن جنگ ہوئی اور اس میں مسلمان ایسے تھکے کہ عمروؓ کے اکثر ساتھیوں نے تو ہمت تک ہار دی اور جنگ بند کر دینے کا خیال دل میں لانے لگے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے تو ان میں سے علی الاعلان اس وقت جبکہ وہ فوج کی ہمت بڑھا رہے تھے، اٹھ کر صاف صاف کہہ دیا تھا کہ "انا لم نخلق من حدید" (ہم کوئی لوہے کے تو بنے ہوئے نہیں ہیں) جس پر عمروؓ نے اس کو جھڑکتے ہوئے کہا تھا۔ "اسکت انما انت کلب" یعنی (خاموش رہ او کتے) "اس پر اس شخص نے فی الفور جواب دیا "انت امیر الکلاب" یعنی (اور تم کتوں کے امیر ہو۔) لیکن عمروؓ کے تحمل اور بردباری نے اس شخص سے اعراض کیا۔ حالانکہ فوجی نظم و ضبط کی رو سے اس شخص پر کئی سنگین دفعات عائد ہوتی تھیں اور عمروؓ کو اختیار تھا کہ اُسے قائد کی حکم عدولی، قائد کی توہین اور اپنے فرض میں کوتاہی کی پاداش میں عبرتناک سزا دیتے۔ تاکہ باقی فوج اُس کے بزدلانہ قول کے اثر سے متاثر نہ ہو۔ لیکن عمروؓ نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ اُسے اُس کے حال پر چھوڑ کر اپنی فوج کی طرف متوجہ ہو گئے اور بدستور انہیں ترغیب جہاد دیتے رہے[1] اور فرمایا کہ "تقدموا فیکم ینصرکم اللہ" یعنی آگے بڑھو اللہ کی مدد تمہارے ہی دست و بازو بن کر نازل ہوگی۔

---

[1] محمد فرح مؤلف کتاب عمرو بن العاص کی حمایت میں جو کچھ چاہیں لکھیں۔ لیکن اگر یہ روایت صحیح ہے تو ماننا پڑے گا کہ عمروؓ بن العاص میں اخلاق اور تہذیب کی بڑی کمی تھی۔ کسی شخص کی عزت نفس کا خیال نہ کرتے ہوئے اُسے کتا کہہ دینا یقیناً حد درجہ کی بداخلاقی تھی۔ اور اگر وہ سپاہی فاروق اعظم کی عدالت میں اپنی اس توہین کا دعویٰ کر دیتا تو پھر عمروؓ بن عاص کو سپاہی کی تحقیر کرنے کا مزہ آتا۔ (محمد احمد بانی پتی)

Marfat.com

امیر فتح نے اپنی کتاب "حیات خلفائے محمدؐ"[1] میں یہ بات واضح کی ہے کہ :-

"عمرؓ نے جب شہر (اسکندریہ) کے حاکم کے سامنے بلند پایہ اور بہادرانہ گفتگو کی جس سے حاکم نے انہیں سردار سمجھ کر قتل کا حکم دے دیا تو وردان نے اُن کے چہرے پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا کہ خاموش رہ، او کتے اپنے سرداروں کے سامنے زبان چلاتا ہے ....."

کیا امیر فتح کی اس روایت کو سامنے رکھتے ہوئے عمرؓ کی تواضع اور انکساری کی انتہا میں کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے؟ رومی شہنشاہی کا خاتمہ کر کے مصر جیسی عظیم الشان مملکت کا فاتح اعظم اپنے ایک ادنیٰ سپاہی کے ہاتھ سے اپنے چہرے پر طمانچہ گوارا کرتا، گالیاں کھاتا اور کتے کا خطاب سنتا ہے۔ لیکن نہ رنجیدہ ہوتا ہے اور نہ ترش رو ــــ صرف اس لیئے کہ اس ظاہرہ بدکلامی کے پہلو میں اچھے نتائج نظر آ رہے تھے جن کے حصول پر عمرؓ اپنے رب کے شکر گزار تھے اور اُن نتائج کے راستہ میں جو رنج اور تکلیف پیش آ رہی تھی اُس کا گوارا کرنا اُن کے لیے آسان ہو گیا تھا۔

تواضع کا کمال تو اُس وقت ہے جب کسی قائد کو تازہ تازہ فتح نصیب ہوئی ہو اور اس کا خون گرم اُسے اس بات پر مجبور کر رہا ہو کہ اپنی بڑائی اور کارپردازی پر فخر کرے۔ لیکن وہ اُس وقت بھی تواضع سے کام لے۔

اسکندریہ کی فتح کے فوراً بعد جب عمرؓ نے بطریق بنیامین کو روپوشی سے نکال کر بلا لیا اور اُسے ملاقات کی دعوت دی تو عمرؓ مجلس ملاقات میں سب لوگوں کے سامنے انتہائی تواضع اور انکساری کے ساتھ حاضر ہوئے اور بنیامین کے متعلق جو کچھ فرمایا وہ بھی فروتنی اور تواضع ہی کا آئینہ دار تھا۔ فرمایا تھا :-

"میں نے ان تمام شہروں میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے فتح فرمایا ہے ان جیسی کوئی مذہبی شخصیت نہیں دیکھی۔"

غور کیجئے اس فقرے پر۔ عمرؓ نے ایک فاتح کی حیثیت سے خود اپنی ذات کے متعلق بات شروع نہیں کی بلکہ دوسرے شخص کے بارے میں کی۔ اور اپنی تعریف کرنے کے بجائے اُس شخص کی تعریف کی جسے رومیوں نے جلا وطن اور ذلیل کیا تھا۔ عمرؓ کی اس تواضع اور بے نفسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ قبطیوں نے انہیں حکمراں اور فاتح کے بجائے رحمت کا فرشتہ اور نجات کا دیوتا سمجھا۔ اور

---

[1] THE History of the lives of Successors of Mohammad by Ruing

Marfat.com
Marfat.com

روزِ اول ہی سے ان کے قلوب عمرو کے مسخر ہو گئے۔ جیسے کہ سادریس نے اپنے مندرجہ ذیل قول میں اس کا اعتراف بھی کیا ہے:۔

مصر والے عمرو سے ایسے خوش ہوئے جیسے بکری کا بچہ اُس وقت خوش ہوتا ہے جب اس کی ماں کا دودھ پینے کے لیے کھول دی جائے۔

(۷) محبت اور وفاداری | عسکری زندگی کے لوازمات اور اس کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد محبت اور وفاداری ہے جسے حسبِ مراتب ہر فرد میں پایا جانا چاہیئے۔ خاص طور پر قائد میں اس کی موجودگی سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اگر قائد میں اپنے سے اوپر والے سرداروں اور نیچے والے متبعین دونوں کے لیے بیک وقت محبت اور وفاداری موجود ہو تو یقیناً اس کی محبت کا عکس اس کی رعایا اور متبعین پر پڑے گا اور اس کی محبت کے ردِ عمل کے طور پر وہ بھی اُس سے محبت اور وفاداری کرنے لگیں گے۔

سردار اور امیر کی فرماں برداری ہر مسلمان پر اُس کے دین کی رو سے بھی واجب کی گئی ہے جیسے کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اللہ اور رسول اور اپنے صاحبِ امر کی اطاعت کرو) اسی بنا پر مسلمان اس اطاعت اور ولاء کو دینی اور بنیادی حیثیت دیتے ہیں۔ اور چونکہ عمرو بن عاص پُرجوش اور پکے مسلمان تھے اس لیے وہ اس بنیادی تعلیم پر مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا اور اپنے سرداروں کے محب اور وفادار رہے۔

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکرؓ کی محبت و اطاعت انہوں نے ہمیشہ کی۔ فتنہ ارتداد کے لیئے بلایا تو فوراً حاضر ہو گئے۔ فلسطین اور شام بھیجنا چاہا تو کوئی پس و پیش نہیں کی۔ فلسطین کی فوج کا قائد بنا دیا تو اس پر بھی راضی ہو گئے۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر ابن الخطابؓ کی اطاعت بھی ہر مقام پر کرتے رہے۔ ان کے احکام کے ماتحت مصر کا چپہ چپہ اور مصر سے آگے برقہ اور طرابلس سب فتح کیا۔ اور پھر جب عین جوش اقدام کی حالت میں انہیں روک دیا گیا تو فوراً رُک بھی گئے۔

شام کی متفرق قیادتوں کے زمانہ میں بھی انہیں جن دوسرے قائدین کے ماتحت کام کرنا پڑا۔ ان میں بھی انہوں نے کامل اطاعت و ولاء کا ثبوت پیش کیا۔ یرموک کے میدان میں وہ خالد ابن ولید کے مخلص اطاعت شعار تھے۔ دمشق اور فحل وغیرہ میں انہوں نے ابوعبیدہ کے ساتھ پوری وفاداری کا ثبوت

Marfat.com

پیش کیا ــ اور ان دونوں قائدوں کی مخلصانہ وفاداری اس حال میں کرتے رہے کہ وہ خود قدر و منزلت اور اہلیت و قیادت میں اُن سے کسی طرح کم نہ تھے [1]

چونکہ عمرؓ میں خود وفاداری کا عنصر بدرجۂ اتم موجود تھا اور وہ اپنے خلفاء کے پورے وفادار تھے۔ اس لیے اس کا عکس اور پرتو اُن کے ماتحتوں پر بھی پڑتا تھا کہ وہ ان کے سچے وفادار اور اطاعت شعار بن کر رہے۔ اور اپنے قائد کے اخلاقی رنگ میں پوری طرح رنگے گئے۔

---

(۸) کارپردازی | فوجی زبان میں کارپردازی سے مراد اس بات کی قابلیت ہے کہ پیش آمدہ عمل یا مہم میں کم سے کم وقت اور کم سے کم محنت و مشقت خرچ کرکے اُسے کامیابی کی منزل تک پہنچا دیا جائے

کارسازی یا کارپردازی شخصیت کی تعمیر کا ایک اہم عنصر اور میدانِ جنگ کا ایک بنیادی عامل ہے اور جس قائد میں کارپردازی کی صفت پائی جاتی ہے وہ ہر خطرے کا مقابلہ جرأت کے ساتھ اور مشکل کا ازالہ ہمت کے ساتھ کر لیتا ہے اس لیے کہ اس کی کارپردازانہ صلاحیتیں اس کی حکمت و تدبیر اور قوت و مقدرت کو اُجاگر کرتی اور اس قابل بنا دیتی ہیں کہ وہ بھروسے اور اعتماد کے ساتھ اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔

عمرؓو بن العاص کی شخصیت کو اس جوہر کا بھی اتنا وافر حصہ ملا تھا کہ وہ قبل الاسلام ہی کارپردازی میں ضرب المثل اور نمونۂ تقلید بن چکے تھے۔ دورِ جاہلیت کے لوگ بھی جن کاموں کو اپنی ہمت سے بالا سمجھتے تھے ان کو عمرؓو کے ذمہ ڈال دیتے تھے۔

مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو ان کے لیے حبشہ میں ان کا تعاقب کرنا ایک بہت بڑی مہم تھا۔ اور اس مہم کے لیے انہیں تمام عرب میں عمرؓو بن العاص کے علاوہ کوئی دوسرا کارپرداز نظر نہیں آیا۔ انہوں نے عمرؓو ہی کو حبشہ بھیجا۔ جس نے نجاشی پر پورا زور ڈالا اور ہر روز ایک نئی سے نئی شیر شکن حجت لگاتا اور نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف دبوچنے کی کوشش کرتا رہا

پھر جب وہ اسلام لے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کارپردازانہ قدرت و قابلیت

---

[1] عمرو بن العاص کی بلند شخصیت کا ایک کردار یہ بھی ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے ان کو ولایت مصر سے معزول کر دیا تو نہایت خاموشی کے ساتھ پارچ دے کر چلے آئے۔ حالانکہ اگر چاہتے تو مصریوں کی حمایت کے بل بوتے پر حکم عدولی کرکے سلطنت کے لئے ایک عظیم فتنہ برپا کر سکتے تھے (محمد احمد پانی پتی)

Marfat.com
Marfat.com

کا اندازہ لگاکر سریۂ ذات السلاسل میں بھیجا۔ پھر معاویہ کے منہدم کرنے کا کام بھی انہی سے لیا۔ اس کے بعد مملکت ایران کی تسخیر بھی ان ہی کے ہاتھوں سے کرائی۔

خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ نے ان کی کارپردازی کا مشاہدہ کیا تو اپنے دور کا سب سے بڑا کام یعنی اندرونی فتنوں کا انسداد انہی کے سپرد کیا اور اس کے بعد بیرونی فتوحات کے لیے فلسطین اور شام روانہ کیا۔

ان کے بعد دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ بھی اگر اُن کی کارپردازی کے قدردان نہ ہوتے تو انہیں مصر، برقہ اور طرابلس پر لشکر کشی کی کبھی اجازت نہ دیتے۔

عمرؓو کی کارپردازانہ صلاحیتوں کا پورا پورا ظہور اُس وقت ہوا جب وہ مصر کو فتح کرنے کے بعد اس کے حکمراں بنے اور اُس کے طول و عرض میں انصاف، مساوات، محبت اور اخوت کے ڈنکے بجا دیئے اور مصر والوں کو ایک ایسا خوش حالی کا دور دورہ دکھا دیا جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔

حضرت عثمانؓ نے اس نازک وقت میں جب رومیوں نے دوبارہ اسکندریہ پر قبضہ کرلیا تھا ہر طرف نظر دوڑانے کے بعد آخر عمروؓ ہی کی کارپردازی پہ بھروسہ کیا اور انہیں رومیوں کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے دوبارہ مصر بھیجا۔

یہاں تک کہ اُس سب سے بڑے قضیہ کو بھی عمروؓ ہی کی کارپردازی نے ایک طرف کیا جو شہادت عثمانؓ کے بعد عالم اسلام کو پیش آیا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے اُس نازک مرحلہ پر عمروؓ کی کارپردازی ہی میں اپنے اُس خواب کی تعبیر دیکھی جو وہ حکومت کے بارے میں دیکھ رہے تھے۔

عمروؓ بن العاص نے اس سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ حضرت معاویہ کو مشورہ دیا بلکہ میدان میں ان کے دوش بدوش جنگ بھی لڑی۔ اور عین اُس وقت جب حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ کو شکست دینے ہی والے تھے۔ عمروؓ نے ایک زبردست تدبیر اختیار کرکے حالات کا رُخ شکست سے فتح کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ اور حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت ہو جانے کے باوجود اُن کی خلافت کا خاتمہ کرکے حضرت معاویہ کی خلافت قائم کرادی[1]

---

[1] میں نے یہ بات عام طور سے دیکھی ہے کہ مصر کے قریباً تمام مسلمان مورخ اور مصنف اپنی تحریرات اور تصنیفات میں نہایت آزاد خیال ہوتے ہیں۔ اور حفظ مراتب کا خیال قطعاً نہیں کرتے (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

Marfat.com

(۳۲) فوج کا انتظام

گذشتہ اوراق میں ہم یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ قیادت انسانی طبیعت کے ساتھ معاملہ کرنے کا فن ہے

ہم یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ فوج موت و حیات کے میدان میں ظاہری ہتھیاروں کے ساتھ بہت سے معنوی ہتھیار بھی لے کر اترتی ہے اور وہ اُن سب کو اپنی آخری حد تک استعمال کر کے جس طرح بھی ہو سکے فتح و نصرت حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ میدان میں اُترنے اور میدانی ہتھیاروں کو استعمال کرنے سے بھی پہلے کچھ ایسے محرکات ہوتے ہیں جو فوج کو میدان کی طرف دھکیلتے اور اُسے اپنی جان کی قربانی پیش کر دینے پر آمادہ کر دیتے ہیں۔

ان محرکات اور ترغیبات میں سب سے زیادہ اہمیت اس ربط و تعلق کو ہے جو قائد کو اپنی فوج کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور اس کے ردِ عمل میں فوج بھی اپنے قائد کے ساتھ مربوط ہو جاتی ہے۔

قائد اور اس کی فوج کے مابین اچھا رابطہ اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب قائد فوج کی ہر طرح

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نہ صرف بر بلکہ آزاد خیالی کے جوش میں واقعات سے بھی اعراض کر جاتے ہیں۔ ایسی ہی صورت یہاں پیش آئی۔ نہ محمد فرج نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذاتی مرتبہ اور علو شان کا لحاظ کیا اور نہ اس بات کا خیال کیا کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں یہ واقعات کے خلاف ہے۔ حضرت علیؓ کی خلافت سے عمرو بن العاص کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ واقعہ تحکیم کے بعد بطور خلیفہ رہے اور کوئی ان کی خلافت کا خاتمہ نہیں کر سکا۔ اُن کے بعد اُن کے محترم فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام چھ ماہ تک سریر آرائے خلافت رہے اور بالآخر اپنی مرضی سے محض اختلاف سے بچنے کے لیے سلطنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی۔ پس حضرت عمرو بن العاص نے خلافت کا خاتمہ کس طرح کیا؟

پھر یہ بھی محمد فرج کا سخت مغالطہ ہے کہ وہ حضرت معاویہؓ کی سلطنت کو خلافت قرار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کی حکومت میں خلافت کی کوئی بات بھی نہ تھی۔ ہاں وہ ایک عظیم الشان فرمانروا اور مسلمانوں کے سب سے پہلے بادشاہ ضرور تھے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے بڑی قابلیت اور لیاقت کے ساتھ بادشاہت کی (محمد احمد پانی پتی)

Marfat.com

خبر گیری کرے، اس پر مہربان اور شفیق ہو، اس کی حفاظت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے اور اس کے ساتھ ہر معاملہ میں سپہ روانہ رویہ اختیار کرے۔

فوج جب اپنے قائد کو اپنے اوپر مہربان دیکھتی ہے تو اسے اپنی انتہائی خوش بختی تصور کرتی ہے اور پھر اس کا بدلہ وہ بھی اپنی طرف سے قائد کی وفاداری کی صورت میں ادا کرتی اور اس کے اشارۂ ابرو پر جان قربان کرنے کے لیئے تیار رہتی ہے۔

عسکری قائدین نے ہر زمانے میں سپاہ پروری کو اپنا اولین فریضہ تصور کیا ہے۔

سقراط کہتا ہے کہ:۔ "قائد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بات کا ہر وقت جائزہ لیتا رہے کہ وہ اپنی فوج کی حربی اور شخصی ضروریات کو کس حد تک پورا کر رہا ہے اور کس جذبہ کے ساتھ پورا کر رہا ہے۔"

مارشل سلیم اپنے قائدین کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:۔ "اے قائدینِ سپاہ! میں تمہیں تمہاری قیادت ہی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ نہ کھاؤ، نہ پیو، نہ بیٹھو، نہ اُٹھو یہاں تک کہ کسی درخت کا سہارا لے کر کھڑے بھی نہ ہو جب تک کہ تم اس قسم کے حالات نہ پیدا کر دو کہ تمہاری فوج تم سے پہلے یہ سب کچھ کرنے کے قابل ہو جائے۔"

مونٹگمری کہتا ہے کہ:۔ "اگر تم نے انسانیت کے جذباتِ لطیفہ کو پسِ پشت ڈال دیا تو یقین کر لو کہ تم کبھی کامیاب جرنیل نہیں بن سکتے۔"

ان ہر دو قائدین کے اقوال سے فوج کے انتظام کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے اور اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ قائد کا تعلق اپنی فوج کے ساتھ جتنا زیادہ گہرا اور مضبوط ہوگا۔ ویسے ہی تعلق فوج کو اپنے قائد کے ساتھ ہوگا۔

عمرؓو بن العاص نے بھی مسلمان فوج کی قیادت سنبھالی تو انہوں نے بھی انہیں مختلف میدانوں میں اُتارا اور کامیابی کی منزل تک پہنچایا۔

یہ کامیابی یوں ہی اتفاقیہ طور پر حاصل نہیں ہوئی بلکہ اس کے پیچھے اسباب و عوامل کی کارفرمائی تھی اور منجملہ ان عوامل کے ایک اہم عامل وہ رابطہ اور تعلق بھی تھا جو عمرؓو کو اپنی فوج کے ساتھ تھا

ہم اس رابطہ کو مندرجہ ذیل تین حصوں پر تقسیم کر کے ہر ایک کی ضروری وضاحت کرتے ہیں:۔

۱۔ فوج کی ضروریات پوری کرنا۔ ۲۔ فوج کی سلامتی اور حفاظت کا خیال کرنا

۳۔ چھوٹے قائدین پر بھروسہ کرنا۔

Marfat.com

ضروریاتِ فوج | مصر میں عمرؓ بن العاص کی حکومت قائم اور مستحکم ہوگئی تو انہوں نے فوج کی ضروریاتِ زندگی کے بارے میں سوچنا شروع کیا

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی پالیسی یہ تھی کہ فوجیوں کو ان علاقوں میں جن میں وہ جہاد کرتے ہیں، زمین کی ملکیت کے حقوق نہ دیئے جائیں۔ تاکہ وہ یکسو ہو کر مصروف جہاد رہیں۔ اور ان کی توجہات دوسری طرف مبذول نہ ہوں۔

لیکن عمرؓ نے استحکام مصر کے بعد فوج کو ملکیتِ زمین کے حقوق عطا کر دیئے۔ اور اس سے اُن کا مقصد فوج کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان کی حسنِ کارکردگی کا بدلہ دینا تھا

چنانچہ فسطاط کی آبادکاری کے وقت انہوں نے شہر کی نقشہ کشی اور قطعہ بندی کا کام اپنے چار فوجیوں کے سپرد کرتے ہوئے اس بات کی تاکید کی تھی کہ اس شہر کے قطعاتِ اراضی کو بلا استثناء سب عربوں کے درمیان تقسیم کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے شہر کے اندر اپنی اپنی مرضی کے مکانات تعمیر کیئے۔ جن میں ہر قسم کے بلند و پست مکانات تھے۔ حضرت زبیرؓ کے لئے مکان میں وہ تاریخی سیڑھی بھی محفوظ رکھی جس کے ذریعے وہ بابلیون کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ اور خارجہؓ بن حذافہ نے اپنے مکان پر اتنا اونچا بالاخانہ تعمیر کیا تھا جس سے وہ سارے شہر کا نظارہ کر سکتے تھے۔

عمرؓ نے رہائشی زمین کے ساتھ ساتھ زرعی زمین کے حقوقِ ملکیت بھی فوج کو عطا کیئے اور عام اہلِ مصر کی شرائط ان پر عائد کیں۔ چنانچہ وہ اپنی زمینوں کا خراج بھی سادیانہ طریقہ پر ادا کرتے رہے۔

اس کے علاوہ فوج کو خراج کی آمدنی سے وظائف بھی ملتے تھے۔

متعلقہ علاقہ پر فوج کی تین روز کی مہمانی بھی عائد کر دی گئی تھی۔

جو زمین ہر گاؤں کے رفاہِ عام کے لیئے مخصوص کی جاتی تھی۔ اس میں بھی فوج کے حقوق شامل کر دیئے گئے تھے۔ فوج کے لیئے ایک مسجد کی بھی ضرورت تھی۔ عمرؓ نے فسطاط میں اُسے بھی تعمیر کرا دیا۔

فوج کے نہانے دھونے کی ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے بہت سے حمام بھی بنوائے۔

یہاں تک کہ ان کے دفن کے لیئے ایک قبرستان بھی مقرر کر دیا جس میں خود عمرؓ بن العاص اور چار دوسرے صحابہ کرام دفن ہوئے۔

Marfat.com

غرض یہ کہ فوج کی کوئی ادنیٰ اعلیٰ ضرورت ایسی نہیں تھی جو عمرؓ کے سامنے آئی ہو اور انہوں نے اس کو پورا نہ کیا ہو۔

عمرؓ کی اس سپاہ پروری کی شہرت یہاں تک ہوئی کہ رومیوں کی فوجیں بھی اُن کے حسن سلوک کو دیکھ کر اس بات کی آرزو کرنے لگی تھیں کہ کاش ہمارے جرنیل بھی عمرؓ ہی جیسے سپاہ پرور ہو جائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کے تحت الشعور میں اپنے قائدین کی نفرت اور عمرؓ کی محبت پیدا ہو جاتی تھی اور ان کی وفاداری کو مضمحل کر دیتی تھی۔

بابلیون کے محاصرہ میں مقوقس نے اپنے جاسوسوں کو مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لیئے بھیجا تو اُن کے سردار نے جو معلومات بہم پہنچائیں وہ یہ تھیں:۔

ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن میں زندگی کی بجائے موت کی اور بڑائی کے بجائے خاکساری کی طرف رغبت ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی دنیا کا نہ لالچ ہے نہ حرص۔ یہ لوگ زمین پر بیٹھ جاتے اور گھٹنوں پر رکھ کر کھا لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا سردار بھی ان ہی جیسا ہے۔ اُن میں بلند اور پست کا بھی کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اور نہ ہی اُن کے آقاؤں کو غلاموں سے پہچانا جا سکتا ہے"

یہ صورتِ حال تھی جس میں رومیوں نے عربوں کا مشاہدہ کیا۔ اور اس مشاہدہ میں بھی سب سے زیادہ اہمیت رومی سردار کے اس جملہ کو حاصل تھی کہ "ان کا تو سردار بھی بالکل ان ہی جیسا ہے"

عمرؓ کے بارے میں دشمن کی طرف سے اس شہادت کا پیش ہونا اس بات کا اندازہ لگانے کے لیئے کافی ہے کہ عمرؓ کو اپنی فوج سے کتنی محبت تھی۔

اور یہ محبت اس لیئے تھی کہ وہ جو کچھ اپنی ذات کے لیئے پسند کرتے تھے وہی اپنی فوج کے لیئے بھی پسند کرتے تھے۔ جو حال قائد کا تھا وہی حال ہر فوجی کا بھی تھا۔ جو کچھ وہ پہنتا تھا وہی وہ پہنتے تھے۔ جو کچھ وہ کھاتا تھا وہی وہ کھاتے تھے۔ جس زمین پر وہ بیٹھتا تھا اُس پر وہ بھی بیٹھتے تھے۔

ایسی جامع اور کُلی مساوات کو دیکھ کر رومی اپنے دلوں میں اس بات کی کیا کچھ تمنائیں نہ رکھتے ہوں گے کہ اے کاش اُن کے جرنیل بھی اُن کے ساتھ عمرؓ ہی جیسا برتاؤ کریں۔

مقوقس نے اپنی فوج کے انہی تاثرات کا مقابلہ عمرؓ کی فوج کے ساتھ کرنے کے بعد تو یہ بات کہی تھی کہ:۔

Marfat.com

Marfat.com

"اُس ذات کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے، اگر یہ عرب پہاڑوں سے بھی ٹکرا جائیں گے تو انہیں بھی اپنی جگہ سے ہٹا کر چھوڑیں گے۔ کسی انسان کے لیئے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کا مقابلہ کرے"

نیز:-

خدا کی قسم یہ عرب اپنی قلت اور بے سروسامانی کے باوجود ہماری کثرت اور سلاح پوشی سے زیادہ طاقتور اور شدید ہیں۔ ان میں کا ایک ایک فرد ہمارے سو سو افراد کے برابر ہے۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ لوگ موت کو زندگی سے زیادہ پسند کرتے ہیں اور ان میں سے جو بھی ایک دفعہ آگے قدم بڑھا دیتا ہے پھر اس کے بعد پیچھے ہٹنا جانتا ہی نہیں ہے۔

گھر سے نکلتے ہیں تو وطن اور بیوی بچوں کو ہمیشہ کے لیئے خیرباد کہہ کر نکلتے ہیں اور خدا تعالےٰ سے اجرِ عظیم کی امید رکھتے ہیں"

فوج کی سلامتی فوج کی پرورش کے ساتھ ساتھ اُس کی سلامتی اور حفاظت بھی نہایت ضروری ہے اور اس کے اچھے نتائج خصوصیت کے ساتھ اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب وہ دشمن کے مقابلہ میں برسرِ پیکار یا کسی اور مقام پر مصروفِ کار ہو۔ ایسے مواقع پر اگر قائد اُن کی حفاظت پیشِ نظر رکھے گا تو اس سے اُن کی وفاداری و اطاعت شعاری میں اضافہ اور اُن کی باطنی قوتوں میں ترقی ہو گی۔ اور وہ ہر اُس خطرے میں بلا پس و پیش نکل جائیں گے جس کا حکم اُن کے قائد کی طرف سے ملے گا۔ اس لیئے کہ انہیں اس بات کا یقین کامل ہو چکا ہے کہ اُن کا قائد اُن کی سلامتی کا پوری طرح ذمہ دار اور اُن سے زیادہ خواہشمند ہے اور وہ انہیں ہلاکت میں کبھی نہیں ڈالے گا۔

عمرؓو بن العاص اپنی فوج کی سلامتی کا پورا انتظام کرتے تھے اور اس انتظام نے اُن کی فوج اور چھوٹے قائدین کو اُن کے ساتھ پوری طرح مربوط اور پُر اعتماد بنا دیا تھا۔

ذات السلاسل میں عمرؓو نے اپنی فوج کو آگ روشن کرنے اور دشمن کے تعاقب میں جانے سے اس لیئے روک دیا تھا کہ یہ دونوں باتیں سلامتی فوج کے منافی تھیں۔

اسی ذات السلاسل میں سلامتی فوج کی خاطر عمرؓو فوجی نقل و حرکت رات کے وقت کرتے تھے دن کے وقت چھپ جاتے تھے۔

Marfat.com

یرموک میں عمرؓو کا متفرق افواج کو یکجا کرنا بھی سلامتی فوج ہی کے جذبہ کے ماتحت تھا۔ اس لیئے کہ رُومی افواج جداگانہ قیادتوں کو ایک ایک کرکے آسانی کے ساتھ شکست دے سکتی اور ان کا خاتمہ کر سکتی تھیں۔

سلامتی فوج کی مثالیں مصر کی فتوحات میں بھی کافی ملتی ہیں۔ بابلیون کے محاصرہ میں تھیوڈور کی نقل وحرکت کی خبر پاتے ہی عمرؓو کا فی الفور اس کی طرف بڑھنا اور مقام سمنود میں اُس کے ساتھ ٹکرا جانا اور پھر اپنی فوجوں کو واپس بابلیون لے آنا بھی سلامتی فوج ہی کی ایک عمدہ مثال ہے۔

اسکندریہ کی طرف روانہ ہوتے وقت فوج کے ایک دستہ کو بابلیون میں تعینات کرنا بھی اسی بنا پر تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اسکندریہ میں لڑنے والی فوج کو کسی عقبیٰ حملے سے سلامتی حاصل ہو جائے۔

اسی طرح اسکندریہ کے قریب قلعۂ نقیوس کی فتح بھی فوج کے عقب کو سلامت رکھنے ہی کے لیئے تھی۔

اس کے بعد محاصرۂ اسکندریہ کے دوران شمالی مصر کی فتوحات بھی اسی لیئے تھیں کہ اسکندریہ کی فوجوں کو اُس طرف کے متوقع خطرات سے محفوظ کر دیا جائے۔

---

(۳) چھوٹے قائد | میدان میں ایک قائد ساری فوج کو لڑانے کے لیئے کبھی کافی نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے ضروری ہے کہ اُس کے ماتحت بہت سے چھوٹے قائد اور نائب ہوں۔ جو فوج کے ہر حصے کو بڑے قائد کے ساتھ مربوط رکھنے کا ذریعہ بنیں۔ اور قائد کے احکام فوجیوں تک اور فوجیوں کے حالات قائد تک پہنچاتے رہیں اور ان چھوٹے قائدین یا نائبین کا بھی پُر عزیمت، پُر اعتماد، پُر اخلاص اور بڑے قائد کا انتہائی طور پر مخلص و وفادار ہونا ضروری ہے۔

چھوٹے قائدین میں مذکورہ بالا صفات اُس وقت پیدا ہو سکتی ہیں جب بڑا قائد ان پر بھروسہ کرے اور انہیں اپنے اپنے حلقہ ہائے نیابت میں خود اپنی برابر اختیارات عطا کرے۔

قائد کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نائبین کے اندر قیادت کی وہ تمام صفات پیدا کرنے کی کوشش کرے جن کا ایک بڑے قائد میں ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ چھوٹے سے بڑے بن سکیں۔ اور تاریخ میں قیادت کے اعلیٰ ترین مقام پہ پہنچ سکیں اور اسے چاہیئے کہ اُن کے اندر بیدار مغزی، وجاہت و شخصیت، ہمت و شجاعت، حزم و احتیاط، بھروسہ اور اعتماد،

Marfat.com
Marfat.com

تحمل و بردباری، تواضع و انکساری، معنویت کردار، اقدام اور پیش، خوش خلقی و پاک بازی، ذہانت و دانائی عدل و مساوات، اخلاص و وفاداری، فوج کے ساتھ ہم خیالی و ہمکاری۔ نرم خوئی اور بے لوثی و بغرضی کی صفات پیدا کرے۔

عمرو کو اس ذمہ داری کا پورا احساس تھا۔ اور انہوں نے اپنے نائبین کی مطلوبہ تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

یہی وجہ تھی کہ عمرو کے چھوٹے قائد بہادر اور شجاع ہونے کے علاوہ اخلاص، ایمان، قوت اور اقدام کی صفات میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ اور ہر معرکہ میں عمرو کے دست و بازو اور پر اعتماد معاون ثابت ہوتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے ان کے اس خصوصی مقام و مرتبہ کو اپنے مندرجہ ذیل فقرے میں ظاہر فرمایا تھا۔

"میں تمہاری مدد چار ہزار فوج سے کر رہا ہوں جس کے ہر ہزاری دستے کا سردار ایک ایسا بہادر شخص ہے جو اکیلا ہزار جوانوں کا آسانی سے مقابلہ کر سکتا ہے"

اس سے مراد زبیر، مقداد، عبادہ اور خارجہ بن حذافہ ہیں۔ عمرو نے ان چھوٹے قائدین کے سپرد بہت سی مہمات کیں جن میں انہوں نے خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کیں اور ہم آئندہ سطور میں ان کا نام بنام ذکر کرتے ہیں۔

★

(۱) علقمہ بن حکیم

مسروق العکی

ابو ایوب مالکی

عمرو اپنی فوج کو فلسطین لے کر پہنچے تو دیکھا کہ مقابلہ پر ارطبون کی فوجیں ہیں۔ انہوں نے حالات کی نزاکت کا غائر نظر سے جائزہ لیا۔ اور تفصیلات سے واقف ہو کر نقشۂ جنگ اس طرح بنایا کہ دشمن پر یکبارگی تین طرف سے حملہ کیا جائے۔ اور یہ بات ناممکن تھی کہ سہ طرفہ حملہ کی قیادت ایک ہی قائد کر سکے۔ اس لیئے انہوں نے ہر محاذ کے لیئے جداگانہ قائد مقرر کر کے ان کے نقشہ ہائے جنگ الگ بنا دیئے۔

علقمہ بن حکیم اور مسروق عکی کو اردن کی طرف اور ابو ایوب مالکی کو رملہ کی طرف روانہ کر دیا اور خود بقیہ فوج لے کر اجنادین پہنچ گئے۔

Marfat.com

(ب) خارجہؓ بن حذافہ

معرکہ بلیو پولیس میں بھی عمروؓ نے فوج کا ایک دستہ خارجہ کی قیادت میں اُم دنین کی جانب اس غرض کے لیے روانہ کر دیا تھا کہ جب دشمن ہمارے مقابلہ میں پوری طرح مشغول ہو تو دوسری طرف سے تازہ دم اور اچانک حملہ کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جس کا نتیجہ نہایت بہتر نمودار ہوا اسکندریہ کی طرف روانہ ہوتے وقت بھی عمروؓ نے بابلیون میں ایک حفاظتی دستہ تعینات کیا تھا۔ جس کی قیادت خارجہ کے سپرد تھی۔

بلاذری کی رائے کے مطابق عمروؓ نے فتح اسکندریہ کے بعد انہی خارجہ کو مقامات فیوم، اشمونین، اخمیم اور بشردات وغیرہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ جنہیں انہوں نے فسطاط کی شرائط پر صلحاً فتح کیا تھا۔

(ج) عُبادہؓ بن صامت

جب مقوقس نے باہمی گفت و شنید کے لیے عمروؓ سے سفارت طلب کی تھی تو انہوں نے دس آدمیوں کی سفارت عبادہ کی قیادت میں روانہ کی۔ جن کے کالے رنگ کو دیکھ کر مقوقس نے نفرت کی اور کسی دوسرے آدمی کے آگے بڑھ کر بات کرنے کی درخواست کی تو تمام اہلِ وفد نے یک زبان ہو کر اُن کے بارے میں کہا تھا کہ :-

"یہی کالا آدمی علم و فضل اور عقل و رائے میں ہم سے افضل اور ہمارا سردار ہے"

اس کے بعد جب انہوں نے مقوقس سے بات کی تو اس کا ایک ایک لفظ قوت و شوکت اور جرأتِ ایمانی سے لبریز تھا۔ اور اُس نے مقوقس کو اس درجہ مرعوب کر دیا تھا کہ نہ صرف یہ کہ اُس کا دل بیٹھ گیا بلکہ اُس کا اپنی افواج پر بھی اعتماد متزلزل ہو گیا تھا۔

یہ بھی عجیب حُسنِ اتفاق تھا کہ عُبادہؓ کی گفتگو ہُو بہُو وہی گفتگو تھی جو اجنادین میں خود عمروؓ بن عاص نے مقوقس سے کی تھی۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عمروؓ بن العاص اپنے چھوٹے قائدین کو فنونِ حرب کے ساتھ ساتھ دشمن سے بات چیت کرنے کا ڈھنگ بھی سکھاتے تھے۔

(د) زبیرؓ ابن العوام

زبیر اُس امدادی فوج کے قائد تھے جو مصر پر حملے کے وقت عمروؓ کے ساتھ بابلیون کے معرکہ میں آکر ملے تھے۔ اس لیے بابلیون کی تسخیر میں اُن کی کارپردازی کو بڑا دخل ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

یہ وہی زبیر ہیں جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر سیڑھی کے ذریعہ فصیل پر چڑھ گئے تھے۔ اور پھر نہایت جرأت کے ساتھ قلعہ کا دروازہ کھول دیا تھا۔

(ھ) شریک

مالک بن ناعمہ

بطیوڈور کی فوج نقیوس میں شکست کھا کر اسکندریہ کی طرف بھاگی تو اس کا پیچھا دبانے کے لیئے مسلمانوں کی فوج روانہ کی گئی جس کی قیادت شریک کے سپرد تھی۔ رومی طرز نوشش کے قریب خیمہ زن ہو کر شریک کے مقابلہ پر تیار ہو گئے۔ اور تین دن کی لڑائی کے بعد جب رومی مسلمانوں کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو شریک نے اپنے ایک ماتحت قائد مالک بن ناعمہ کو محاصرہ توڑ کر عمروؓ کے پاس امداد طلبی کے لیے دوڑا دیا۔ چنانچہ وہ صبار فناری کے ساتھ تازہ کمک لے کر پہنچ گئے۔ جس کے بعد مسلمان حصار توڑ کر خطرے سے باہر ہو گئے۔

(و) وردان

وردان عمرؓ کے غلام تھے۔ لیکن ترقی کر کے قیادت کے منصب پر فائز ہو گئے تھے۔

انہوں نے کریون میں مسلمانوں کی قیادت کی اور عبداللہ بن عمرو بن العاص انہی کی قیادت کے ماتحت زخمی ہوئے۔ اور جب انہوں نے زخم کی وجہ سے آرام کی اجازت چاہی تو وردان قائد نے انہیں آرام کی بھی اجازت نہیں دی تھی اور فرمایا تھا کہ:۔

"آرام تو تمہارے آگے کی طرف ہے پیچھے کی طرف نہیں"

اسکندریہ میں جب عمرؓو بن العاص رومیوں کے درمیان محصور ہو گئے تھے۔ اس وقت بھی وہ وردان ہی تھے۔ جنہوں نے حاکم شہر کے ارادۂ قتل کو بھانپ کر عمرؓو کے چہرے پر تھپیڑ رسید کیا تھا اور گالیاں دے کر اُن کی جان بچائی تھی۔ اور کہا تھا کہ:۔

"او کتے چپ رہ۔ اپنے سرداروں کے سامنے بک بک کرتا ہے!"

(ز) مسلمہ بن مخلد

انہوں نے بھی عمرؓو کی جان اس وقت بچائی تھی جب وہ پہلی دفعہ اسکندریہ میں محصور ہوئے تھے اور حاکم اسکندریہ نے اپنے پہلوان سے مقابلہ کرنے کی شرط لگائی تھی اور جب اُن کا پہلوان نکلا تھا تو عمرؓو خود اس پر جھپٹنا ہی چاہتے تھے کہ فوراً مسلمہ نے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے انہیں روکا تھا اور کہا تھا کہ:۔

Marfat.com
Marfat.com

"عمرو، دہری غلطی کر رہے ہو۔ اپنے ساتھیوں سے پہلے ہی بچھڑے ہوئے ہو۔ حالانکہ تم ان کے امیر ہو۔ مسلمانوں کا نظام تمہاری ذات کے ساتھ وابستہ ہے، اُن کے دل تمہارے اندر اٹکے ہوئے ہیں اور وہ سوچ رہے ہیں کہ نہ معلوم اُن کا کیا حشر ہوا ہوگا۔ اور دوسری غلطی یہ کرنا چاہتے ہو کہ اپنے آپ کو قتل کے لیئے پیش کر رہے ہو۔ اگر قتل ہو گئے تو اس سے مسلمانوں پر جانتے ہو کتنی بڑی مصیبت نازل ہو جائے گی۔ ٹھہر جاؤ، تمہارا نشان میں پورا کیئے دیتا ہوں۔"

چنانچہ مسلمہ رومی پہلوان کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کو صحیح سالم قلعہ سے باہر نکال لائے۔

(س) عبداللہ بن حذافہ سہمی

عمر بن وہب الجمحی

عقبہ بن عامر جہنی

اسکندریہ کے فتح ہو جانے کے بعد عمرو نے ان تینوں کو مستقل مہمات پر قائد بنا کر بھیج دیا تھا۔ عبداللہ بن حذافہ کو عین شمس کی طرف روانہ کیا تھا۔ عمیر کو تنیس، دمیاط، تونہ، دمیرہ، شطا اور وقہلہ اور بوصیر وغیرہ کی طرف اور عقبہ کو (بقول بلاذری) تنیسی دیہات کی طرف

(ص) عقبہ بن نافع

برقہ اور طرابلس کی فتوحات میں عمرو نے ان سے بڑا کام لیا تھا۔ انہیں برقہ، زویلہ اور ان کے مضافاتی علاقوں کی طرف بھیج دیا تھا۔ جنہیں اُنہوں نے فتح کیا۔ اور پھر عمرو کی طرف سے وہی اس علاقہ کے امیر بھی بنا دیئے گئے۔ جہاں وہ ۲۷ھ تک امیر رہے۔

(ط) عبداللہ بن زبیر

طرابلس پر قبضہ حاصل ہوتے ہی عمرو بن العاص نے ان کو راتوں رات صبراتہ روانہ کیا تھا۔ جسے انہوں نے علی الصباح فتح کیا۔ اور اس حالت میں فتح کیا کہ اہلِ شہر ان کے حملہ سے قطعاً بے خبر اور اپنے روزمرہ مشاغل میں مصروف تھے۔

(ع) عبداللہ بن ابی سرح

شمالی افریقہ کے شہر ودان کو اُنہوں نے فتح کیا جو شمالی افریقہ کی سب سے آخری فتح تھی

★

Marfat.com

مذکورہ بالا تمام مثالوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ عمرؓ اور ان کے جمیع تلامذین میں کتنا سچا تعاون اور اشتراکِ عمل تھا اور اُن کے اخلاص ہی کی یہ برکت تھی کہ اپنے اپنے موقع پر عمرو نے انہیں بڑی قیادت سنبھالنے کے مواقع پوری فراخ دلی کے ساتھ عطا کیئے۔

ان کے اس اخلاص اور تعاون کے مختلف اسباب میں سے بڑا سبب یہ تھا کہ عمرو ان کو شایانِ شان اہمیت دیتے، اُن پر پورا بھروسہ کرتے، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے اور مساویانہ برتاؤ کرتے تھے۔ جس نے اُن کے اخلاص کو اس حد تک بڑھا دیا تھا جس کا اندازہ مسلمہ بن مخلد کے اس قول سے ہوتا ہے کہ:۔

"آپ امیر ہیں۔ مسلمانوں کا نظم آپ سے وابستہ اور اُن کے دل آپ کی ذات میں اٹکے ہوئے ہیں"۔

شاید عمرؓ کا یہ برتاؤ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکرؓ کی اُس نصیحت کا نتیجہ تھا جو اُنہوں نے عمرؓ کو اُس وقت لکھ کر بھیجی تھی جب وہ فلسطین کے راستے میں تھے۔ اور وہ یہ نصیحت تھی:۔

"خوب سمجھ لو اے عمرو! تمہارے ساتھ بدر والے مہاجرین اور انصار ہیں۔ ان کے احترام اور حقوق میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔ ان پر حکومت جتانے کی کوشش نہ کرنا اور تمہارے دل میں یہ شیطانی غرور بھی دخل انداز نہ ہونے پائے کہ ابوبکر نے اُن سے افضل سمجھ کر قائد بنایا ہے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحبت اور نشست و برخاست رکھنا، زمانۂ جاہلیت کی یاد کو ان کے درمیان زندہ نہ ہونے دینا۔ کیونکہ اس سے ان کی باہمی رقابتیں عود کر آئیں گی۔ نیز اپنے لشکریوں کو قرآن کی تلاوت کی بہت تاکید کرتے رہنا"

Marfat.com

(۴) سیاست اور فہم و فراست

سیاست اور ذہانت کا رابطہ تاریخ حرب کے ساتھ نہایت گہرا اور مضبوط ہے۔ مدبرانِ سیاست ذہانت اور ہشیاری کے ساتھ مل کر قائد کی شخصیت کی تکمیل کرتی ہیں۔

مدبر قائد کے لیئے انتہائی ضروری ہے کہ اُسے سیاست، ہوشیاری، معاملہ فہمی، اور حُسنِ سلوک کی قوتیں وافر مقدار میں حاصل ہوں۔ اور وہ ان قوتوں کو کام میں لاکر اپنی مہمات اور ذمہ داریوں کو کامیاب بنائے۔

یہ صفات نہ صرف اس کی فوجی کامیابی کی ضمانت ہوتی ہیں بلکہ عامۃ الناس کے دلوں کو بھی امن کی طرف مائل کرتی اور اس کی قدر و منزلت اور اُلفت و محبت پر مجبور کرتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ اُن عامۃ الناس کے درمیان خود اُس کے جانی دشمن بھی موجود ہوتے ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے کہ دوسری عالمگیر جنگ کے خاتمہ کے بعد حلیفوں نے ۱۹۴۵ء میں جو بہیمانہ اور ظالمانہ برتاؤ مفتوح اقوام کے ساتھ کیا وہ تصرفِ قبیح اور بدسلوکی کی انتہائی خوفناک مثال تھا۔ جس پر عالمِ انسانیت جتنے بھی خون کے آنسو بہائے کم ہے۔ اُن کی درندگی اور سفاکی صرف میدان میں لڑنے والوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں رہی بلکہ وہ لوگ بھی اُن کے وحشیانہ مظالم سے نہ بچ سکے جو اُن کی تابعِ فرمان رعایا بن چکے تھے۔ ان کے ان ظلموں سے جو نہ سیاست کا تقاضا تھے اور نہ دانشمندی اور حسنِ تصرف کا، تمام عالم انسانی کی رائے عامہ ان ظالم حلیفوں کے خلاف ہوگئی۔ اور وہ انسانی ضمیر کی لعنت و ملامت کا ہدف بن گئے۔ اور اپنے کرتوت کی وجہ سے اگرچہ وہ بظاہر زمین پر فاتح نظر آتے تھے لیکن جہاں تک میدانِ اخلاق اور محاذِ انسانیت کا تعلق ہے وہ دونوں جگہ شرمناک شکست کھا گئے۔ وہ انسانی شرف سے پھسل کر بُری طرح ذلت و رسوائی کے غار میں گرے۔ اور یہ ذلت ان کے ساتھ تاریخِ انسانی کی بقا تک چپٹی اور نسل در نسل تک اُن کے سروں پر پھٹکار کے بادل برساتی رہے گی۔

اب جبکہ ہم قائدینِ حرب کی سیاست پر عمومی بحث کر رہے ہیں اور عمرؓ کی سیاست کے بارے میں خصوصی گفتگو کرنے والے ہیں، سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اس بلند اور

افضل ترین انسانی موقف کا تذکرہ کریں جسے رسولِ انسانیت، قائدِ حنین و خندق، فاتح بدر و مکہ نے فتح عظیم کے بعد اختیار کیا تھا۔ مقابلہ پر اسلام اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے۔ جو آج آخری شکست کھا کر اپنے اپنے گھروں میں گھسے ہوئے اس لمحہ کا انتظار کر رہے تھے جس میں انہیں خوف تھا کہ ستم کشیدۂ فاتح اعظم وہی پیالہ انہیں بھی پلانے والے ہیں جو ان کے ہاتھوں خود پیتے رہے اور وہی خوفناک برتاؤ اُن کے ساتھ کرنے والے ہیں جو اِن کی طرف سے زندگی بھر اُن کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ اور عنقریب کوئی ایسا حکم صادر ہونے والا ہے جس کے نتیجہ میں وہ سب ظالم اور قاتل تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے جائیں گے۔ لیکن اس کے برخلاف رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو حکم آیا وہ عفوِ کریم اور لطفِ عمیم کی شان لیئے ہوئے تھا۔ حضورؐ نے فرمایا "اذ ھبوا فانتم الطلقاء"۔ (جاؤ جاؤ آج تم سب آزاد ہو)

رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ احسانِ عظیم دیکھ کر صرف قریش ہی کے دل مسخر نہیں ہوئے بلکہ خود مسلمانوں کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں جب انہوں نے دشمنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا ایک ایسا مثالی نمونہ دیکھا جسے تاریخ نے نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں۔ اور اس نمونہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابیوں اور خادموں نے یقیناً وہ سبق حاصل کیا جسے انہوں نے نبیؐ کے بعد اپنے اپنے دورِ حکومت میں دہرایا۔

عمروؓ بن عاص سیاست اور معاملہ فہمی کی اہمیت کو اعداء کے بارے میں ہمیشہ ملحوظِ نظر رکھتے تھے اور لمبا اوقات اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں صرف سیاست و دانائی ہی کی بنا پر ایسی حیرت انگیز کامیابی حاصل کر لیتے تھے جس کا حصول تلوار سے کبھی ممکن نہ ہوتا تھا۔

عمروؓ نے سیاست اور دانائی کے ساتھ (اپنے چالاک دشمنوں کے لیئے) ایک تیسری صفت ہوشیاری کا بھی اضافہ کر لیا تھا۔ اور اس صفت میں بھی وہ اپنے سب ہم عصروں پر سبقت لے گئے تھے۔ حتیٰ کہ ارطبونِ روم سے بھی آگے بڑھ گئے تھے۔ جس کی عیاری رومیوں کے درمیان ضرب المثل بن چکی تھی۔ یہاں تک کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرما دیا تھا کہ :-

"ہم نے بھی ارطبونِ روم کے مقابلہ میں اپنا ارطبونِ عرب بھیج دیا ہے"۔

چنانچہ ارطبونِ عرب ہی ارطبونِ روم کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے اور اس حد تک کامیاب ہوئے کہ خود ارطبونِ روم سے مندرجہ ذیل سندِ امتیاز حاصل کر آئے :-

Marfat.com
Marfat.com

"تعجب ہے کہ یہ شخص مجھے بھی دھوکہ دے گیا ہے۔ یہ تو ساری دنیا سے زیادہ چالاک نکلا!"

قریش زمانہ جاہلیت ہی میں عمرؓو کی سیاست اور ہوشیاری سے واقف ہو چکے تھے اور اسی لیے وہ اپنی سخت الجھنوں میں اُن کے پاس امداد طلبی کے لیے آتے تھے۔

سب سے بڑی الجھن قریش کو اُن مسلمانوں کے بارے میں پیش آتی تھی جو اُن کے ظلم سے عاجز آکر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ جہاں انہیں نجاشی کے زیر سایہ امن و اطمینان میسر آگیا تھا۔ لیکن قریش نے پیچھے عمرؓو کو بھیج دیا جس نے نجاشی پر مسلمانوں کی واپسی کے لیے پورا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا کہ:-

ہمارے بھائی بندوں کی ایک جماعت ہمارے اور آپ کے دین سے منحرف ہو کر آپ کے ملک میں پناہ گزیں ہو گئی ہے۔ اور ایک ایسے دین کا دعویٰ کرتی ہے جسے نہ ہمارے باپ دادا جانتے اور نہ آپ کے۔ شرفائے قریش نے ہم لوگوں کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ آپ ہمارے مجرموں کو ہمارے حوالے کر دیں۔"

اس کے بعد جب نجاشی نے مسلمانوں کو زد و رد بات کرنے اور اُن کے دین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیئے دربار میں بُلایا اور جعفر بن عبدالمطلب[1] درباری سجدے کی بجائے صرف سلام کر کے اندر داخل ہو گئے تو عمرؓو کی چالاکی نے اس موقع سے پورا فائدہ اُٹھاتے ہوئے کہا:-

"بادشاہ سلامت آپ نے دیکھ لیا کہ یہ لوگ آپ کے مقابلہ میں بھی کیسے مغرور و متکبر ہیں۔ آپ کے سامنے آدابِ سلطانی بجا لانا بھی انہوں نے پسند نہیں کیا۔"

اس پر حضرت جعفر نے فوراً جواب دیا کہ:-

ہمارے دین میں اللہ عزّ و جل کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔"

عمرؓو بن العاص پھر بولا:-

---

[1] مصنف کو یہاں سہو ہو گیا ہے۔ یا بے خیالی میں اس کے قلم سے نکل گیا۔ صحیح نام ابوطالب ہے (محمد احمد پانی پتی)

Marfat.com

"بادشاہ سلامت یہ لوگ ابن مریم کے بارے میں بھی آپ کے عقیدہ کی مخالفت کرتے ہیں اور انہیں خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے۔"

اس سے عمروؓ کا مقصد نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا تھا۔ لیکن جعفر نے اُس کے اس ارادے کو بھی ناکام بنا دیا۔ اور نجاشی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالےٰ کی روح اور اس کا کلمہ (حکم) ہیں جسے اُس نے کنواری مریم پر نازل فرمایا۔

☆

زمانۂ جاہلیت میں عمروؓ کی ہوشیاری کی دوسری مثال یہ ہے کہ عمرو کے وفدِ نجاشی کا ایک ساتھی عمارہ بن ولید بھی تھا جو نہایت خوبصورت اور عورتوں کا پسندیدہ نوجوان تھا۔ عمرو کے ساتھ اس کی بیوی بھی ہم سفر تھی۔ عمارہ نے اُس کے ساتھ دل لگی کی باتیں شروع کر دیں اور اُس کے قریب پہنچ کر بوسے کا طلبگار ہوا۔ عمرو کو یہ بات سخت ناگوار گزری مگر عمارہ نے ارادہ کر لیا کہ عمرو کا کانٹا درمیان سے نکال کر اس کی بیوی کے ساتھ مسرت کی گھڑیاں گذاری جائیں۔ اور یہ سوچتے ہی عمروؓ کو کشتی سے نیچے پانی میں دھکا دے دیا۔ عمارہ کا خیال تھا کہ اُسے تیرنا نہیں آتا ہوگا۔ عمرو نے موقع کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے اُس وقت تو غصہ پی لیا لیکن دل میں یہ بات ضرور ٹھان لی کہ اُسے اینٹ کا جواب پتھر سے ضرور دینا ہے اور یہی ہوا بھی، حبشہ پہنچ کر عمرو نے عمارہ کو ملکہ نجاشی کے ساتھ معانقہ کی ترغیب دی اور وہ اس تک پہنچنے میں یہاں تک کامیاب ہوگیا کہ ملکہ نے اُسے مخصوص شاہی تیل تحفہ کے طور پر دے دیا۔ دوسری طرف عمروؓ نے نجاشی کو بھی صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ چنانچہ نجاشی نے ایک جادوگر کو بلایا جس نے عمارہ کے سورانخ ذکر میں جادو کا منتر پھونک کر کوئی ایسی دوا اس کے اندر داخل کر دی جس کے اثر سے عمارہ پاگل اور مخبوط الحواس ہوگیا اور اسی حالت میں مرگیا۔

زمانۂ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمروؓ کی سیاسی اور تبلیغی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا اور ان صلاحیتوں سے ریاست عمان کے فرمانرواؤں تک دعوتِ اسلام پہنچانے میں کام لیا۔ عمروؓ تن تنہا بغیر کسی ہتھیار کے عمان پہنچ گئے۔ ریاست کے حکمران دو بھائی تھے۔ چھوٹے کا نام عباد تھا جو اپنے بڑے بھائی جیفر کے مقابلہ میں زیادہ خوش اخلاق تھا۔ اس لیئے عمروؓ

Marfat.com

کی سیاست اور ہشیاری نے دعوتِ اسلامی کے لیے پہلے اُسی کو تاکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل پیغام اُس کے سامنے رکھ دیا۔

"میں تم دونوں بھائیوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ دونوں اسلام لے آؤ اور محفوظ ہو جاؤ۔ بلاشبہ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

چھوٹے بھائی نے دعوتِ اسلامی کو قبول کر لیا۔ جیفر باقی رہ گیا تھا۔ اس کے ساتھ بھی عمروؓ نے پوری سیاست و تدبیر اور حکمت و دانائی سے کام لیتے ہوئے پہلے تو اُسے یوں کہہ کر ڈرایا

"اگر تو ایمان نہ لایا اور اُس رسول کی پیروی قبول نہ کی تو یقین کر لے اس کے سوار تجھے اور تیرے ساتھیوں کو پامال کر کے رکھ دیں گے۔"

پھر اُسے کچھ لالچ سے نرم کرنے کی کوشش کی اور کہا:۔

"..... دیکھو ایمان لانا ہی بہتر ہے۔ اس طرح تم اپنی قوم کے حاکم بھی بنے رہو گے اور انہیں جنگ کی تباہی اور بربادی سے بھی بچا لو گے۔"

نرمی سے کام چلتا نہ دیکھا تو پھر سختی اختیار کر لی اور کہنے لگے:۔

"تیرا علاقہ مسلمانوں کے اُن نیزوں کی پہنچ سے کچھ دُور نہیں جن کے خوف سے کفار کانپتے پانی ہوتا ہے اور وہ بلا کسی مزاحمت کے دشمن کے قلب و جگر میں پیوست کر دیئے جاتے ہیں۔"

اس کے بعد پھر ایک ٹھنڈی ہوا دی اور کہا:۔

"میں سراسر تمہاری بھلائی اور تمہارے فائدے کا مشورہ پیش کر رہا ہوں۔ اسے قبول کرنے میں پس و پیش نہ کرو۔"

آخر کار عمروؓ کی یہ سیاست و دانائی کامیاب رہی اور ان دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

★

اجنادین میں عمروؓ نے خود ارطبون کے کیمپ میں پہنچ کر اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں ..... ارطبون بھی بھانپ گیا کہ ایسی باتیں کرنے والا مسلمانوں کا فائد عمروؓ ہی ہو سکتا ہے۔ اور انہیں سازشی طور پر قتل کرا دینے کا منصوبہ بنا لیا۔ ایک طرف عمروؓ کو تحفے دے کر مطمئن اور خوش کیا اور دوسری طرف چوکیداروں کو خفیہ پیغام بھیج دیا کہ دیکھنا یہ شخص تمہارے ہاتھوں سے بچ کر نہ جائے۔

Marfat.com

عمرو کے کانوں میں بھی کسی کہنے والے کی یہ بات پہنچ گئی کہ خیریت کے ساتھ داخل تو ہو گئے ہو لیکن خیریت کے ساتھ نکلنا مشکل ہے"۔ اور جب انہوں نے موقع کی نزاکت کا اندازہ کر لیا اور عیاری کا مقابلہ عیاری کے سوا ممکن نظر نہ آیا تو فوراً ارطبون کے پاس واپس پہنچ گئے اور اس کے عطا کردہ تحفہ جات ہی کو وسیلہ نجات بناتے ہوئے بولے :-

"جناب میری غیرت یہ بات ہرگز گوارا نہیں کرتی کہ میں ایسے بیش قیمت تحائف کیلا لے کر چلا جاؤں۔ اور میرے بھائی جو سب میرے ہی جیسے ہیں اور تعداد میں دس ہیں ان تحائف سے محروم رہیں۔ میں جناب سے اُن کے لیے بھی تحائف مانگنے آیا ہوں تاکہ جناب کا احسان عام ہو جائے"

اور اس کے بعد عمرؓ نے ارطبون سے وعدہ کر لیا کہ میں ان دسوں کو بھی جناب کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں تاکہ وہ بھی بذاتِ خود اپنی زبان سے آپ کی فیاضی کا شکریہ ادا کر جائیں۔

ارطبون کو لالچ آیا کہ ہم ایک کے قتل پر کیوں اکتفا کریں پورے دس کو کیوں نہ قتل کریں اس لیے اس نے چوکیداروں کو دوسرا حکم اس مضمون کا بھیج دیا کہ اس شخص کو سلامتی کے ساتھ جانے دیا جائے۔

عمرؓ صحیح سالم واپس آ گئے اور ان کی سیاست اور چالاکی ارطبون کو حکمہ دینے میں کامیاب ہو گئی۔

☆

فتوحاتِ مصر کے دوران میں بہت سے مواقع پر عمرؓ کو اپنی سیاست، تدبیر اور ہوشیاری سے کام لینا پڑا۔

☆

اسکندریہ کی شرائط صلح طے کرنے کے لئے مقوقس بذات خود عمرؓ کے پاس بابلیون پہنچا تو عمرو نے بطور سیاست اُس کا شایانِ شان استقبال کیا۔ اور فرمایا:-

"آپ نے بذاتِ خود تشریف لا کر ہمیں بہت ممنون فرمایا ہے"

جس کے جواب میں مقوقس کو بھی اپنے موقف سے نیچے گر کر کہنا پڑا کہ :-

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سرزمین عطا فرما دی ہے لہٰذا اس کے بعد رومیوں کے خلاف کسی جنگ کا ارادہ نہ کرنا"

☆

Marfat.com
Marfat.com

سب سے بڑا سیاسی حربہ جو عمرؓ نے مصر میں استعمال کیا وہ بطریق بنیامین کو آزادی عطا کر کے اُسے دوبارہ اس کے دینی منصب پر فائز کرنا تھا۔ جس سے اہلِ مصر کے قلوب یکبارگی مسخر ہو گئے اور ایک لمحہ کے اندر اُن کا وہ تمام خوف و ہراس جاتا رہا جو سیاسی انقلاب کے بعد کافی عرصہ تک مفتوح اقوام میں پایا جاتا ہے۔

عمرؓو نے بنیامین کی ذات سے اور زیادہ فائدہ اُس وقت اٹھایا جب اس کے مشوروں کو ملکی انتظامات میں بھی دخیل کر لیا اور جو بھی اصلاحات جاری کیں اُس کے مشورے کے بعد جاری کیں۔ جس سے اہلِ مصر کے دل عمرؓو کی طرف اور بھی زیادہ مائل ہو گئے۔

مصر میں عمرؓو کی دوسری کارگر سیاست یہ رہی کہ انہوں نے اہلِ مصر کو پوری پوری دینی اور ملکی آزادی عطا کی۔ جس کے بعد روم اور مصر کے عقلاء مختلف مذاہب کا آزادانہ مطالعہ اور اُن کے درمیان موازنہ کرنے لگے۔ اور اس بحث و تمحیص کا خوشگوار نتیجہ یہ نکلا کہ جب انہیں مسیحیت کا دائرہ اندرونی تفریقات سے پُر نظر آیا تو وہ سوچ سمجھ کر پوری قوتِ ایمانی کے ساتھ اسلام کے دائرے میں داخل ہو گئے جس میں کسی قسم کا باہمی فرقہ وارانہ نزاع موجود نہ تھا۔

یہ بھی عمرؓو کی ایک دُور رس سیاست ہی تھی کہ انہوں نے فوج کو ملکیت زمین کا حق تو دیا لیکن شرائط ملکیت میں اہلِ مصر سے زیادہ کوئی امتیاز اور استثناء عطا نہیں کیا۔ اس لیے کہ وہ اپنے سیاسی شعور کی بنا پر اس بات کو خوب جانتے تھے کہ اگر مسلمانوں کو ذرا بھی فوقیت دی گئی تو اس سے اہلِ مصر کے قلوب میں حسد کی آگ مشتعل ہو جائے گی۔

☆

نظامِ محصولات میں بھی عمرؓو نے بڑی نرمی سے کام لیا اور محصولوں کو جتنا بھی ہلکا کرنا ممکن تھا۔ ہلکا کر دیا۔ محصول کی مقدار مقرر کرنے کے بجائے اُسے پیداوار کی قلت و کثرت کا تابع بنا دیا۔ اور اس کے بعد بھی مزید سہولت یہ دے دی کہ جو علاقے قحط سالی وغیرہ آفات کا شکار ہو جائیں انہیں خراج سے کلیتہً مستثنیٰ کر دیا جائے۔

☆

عروسِ نیل کے بارے میں بھی ایک دفعہ یہ صاف جواب دینے کے بعد کہ:۔

"اس جاہلانہ رسم کو اسلام کے دور میں کسی طرح بھی زندہ نہیں رکھا جا سکتا۔۔۔۔"

جب اہلِ مصر کو برابر مضطرب دیکھا تو خلیفہ عمرؓ سے مشورہ کر کے اُن کی دل جمعی کے لئے خلیفہ کا بھیجا ہوا پیغام دریا میں ڈالا جس کی عبارت یہ تھی کہ:۔

Marfat.com
Marfat.com

"اللہ کے بندے امیرالمومنین عمرؓ کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام۔ امابعد
اے نیل اگر تو اپنی طرف سے رواں ہوتا ہے تو رواں نہ ہو۔ اور اگر تجھے روانی دینے
والا اللہ واحد قہار ہے تو ہم اللہ واحد قہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے
جاری کر دے۔"

☆

اہلِ مصر کے متعلق ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ رومیوں نے اپنے دورِ حکومت میں مدبرانہ سیاست سے ہرگز کام نہیں لیا جس کی بنا پر وہ اُن سے برگشتہ تھے۔ اور جب اُن تک اسلامی حکومت کے عدل و مساوات کی خبریں پہنچتی تھیں تو ان کا ذہنی اور قلبی میلان اسلام کے نظامِ جدید کی طرف ہونے لگتا تھا۔ اسی حال میں جب انہیں معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے مصر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے تو انہوں نے اپنی خوابیدہ تمناؤں کی تکمیل اسی میں دیکھی کہ رومیوں کا عذاب اُن کے سر سے دُور ہو۔ اور اسلام کا ابرِ رحمت اُن پر سایہ فگن ہو جائے۔ اس لیے مسلمانوں کے مقابلہ میں انہوں نے رومیوں کی کوئی امداد و اعانت نہیں کی۔

☆

حضرت عثمانؓ کے قتل اور حضرت علیؓ کی بیعت پر جو قضیہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اُس کے فرو کرنے میں بھی عمروؓ بن العاص کی تدبیر و سیاست نے اہم کردار ادا کیا۔ اس نزاع کے فریق تین تھے۔

۱۔ حضرت علیؓ اور اہلِ عراق
۲۔ حضرت زبیرؓ، طلحہؓ و سیدہ عائشہ صدیقہؓ
۳۔ حضرت معاویہؓ اور اہلِ شام

عمروؓ نے اپنا موقف متعین کرنے کے لیے تینوں پر نظر ڈالی اور اپنی سیاسی بصیرت اور تجربہ کی بنا پر اندازہ لگا لیا کہ زبیرؓ اور طلحہؓ کا موقف اور اس کی حمایت کرنے والی جماعت دونوں کمزور ہیں۔ جس میں حضرت علی کے مقابلہ میں بھڑنے کی طاقت دکھائی نہیں دیتی۔

اب باقی رہے علیؓ اور معاویہؓ

جہاں تک علیؓ کا تعلق ہے وہ اپنے سوا کسی دوسرے پر نہ اعتماد کرتے ہیں اور نہ اس کی رائے تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے اُن کے ساتھ رہنے میں یہ قباحت ہے کہ مجھے اُن کا محض ایک تابع مہمل بن کر رہنا پڑے گا۔

Marfat.com

عمرو ابھی اسی شش و پنج میں تھے کہ حُسنِ اتفاق سے ان کے پاس حضرت معاویہؓ کی طرف سے مشورہ طلبی کا خط آگیا جسے پڑھ کر انہوں نے اپنے بیٹوں کو مشورہ کے لیے بلایا۔

عبداللہ نے حضرت علیؓ کے ساتھ مل جانے کا مشورہ دیا جسے عمروؓ نے یہ کہکر رد کر دیا کہ علی کے ساتھ مل جانے کے بعد میری حیثیت ایک معمولی فرد سے آگے نہ بڑھ سکے گی۔ لیکن معاویہ مجھے ہر معاملہ میں اپنا شریک بنالیں گے۔

اس کے برخلاف محمد نے یہ مشورہ دیا کہ :- "آپ کو فوراً حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچ جانا چاہئے نہ کہ بجائے سر جھکانا چاہیئے۔"

عمروؓ نے محمد کی بات کو ترجیح دیتے ہوئے منصر کی شرط پر حضرت معاویہ کی اطاعت اختیار کر اور شہادتِ عثمانؓ کو بنیاد بنا کر حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے خونِ عثمانؓ کا مطالبہ پیش کر دیا۔ جیسا کہ عمروؓ نے معاویہؓ کو مشورہ دیا تھا۔

صفین میں جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت علیؓ کی کامیابی اور حضرت معاویہؓ کی شکست آثار نظر آنے لگے اور قریب تھا کہ حضرت معاویہؓ میدان سے فرار اختیار کر جائیں کہ عمروؓ کی سیاست حرکت میں آگئی اور اُن کے حکم سے شامیوں نے قرآن کریم کے نسخے نیزوں پر معلق کر کے نعرے لگانے شروع کر دیئے کہ :-

"یہ اللہ عزوجل کی کتاب حکم ہے ہمارے اور تمہارے درمیان"

جس کا جواب حضرت علیؓ کی فوج نے بھی یہی دیا کہ :-

"ہم کتاب اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں۔"

قضیۂ خلافت میں سیاستِ عمروؓ کی یہ فصلِ اول تھی جس نے حضرت علیؓ کی خلافت کو مکمل ہوتے ہوتے روک دیا۔

اس کے بعد سیاستِ عمروؓ کی فصلِ ثانی قضیۂ ثالثی سے شروع ہو کر حضرت معاویہ کی تکمیلِ خلافت پر اس طرح تمام ہوئی کہ عمروؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو سیاسی داؤ پیچ میں لا کر پہلے اس بات پر متفق کیا کہ ہم معاویہ اور علی کو معزول کر دیں۔ اور پھر اس کے بعد اُن کی زبان سے حضرت علیؓ کی معزولی کا اعلان کرا کر خود معاویہ کی برقراری کا اعلان کر دیا۔

اس کے بعد سیاستِ عمرو کی فصلِ ثالث نے اس بات سے تکمیل پائی کہ حضرت علیؓ کی فوج اُن سے جُدا ہو کر آپس کے اختلاف کا شکار ہو گئی۔ اور ان ہی کے اندر سے خوارج کا ایک نیا فرقہ ظہور

Marfat.com

ہوگیا۔ جس کے تین افراد علیؓ، معاویہؓ اور عمروؓ بن العاص کے قتل کے لیے نکل کھڑے ہوئے جن میں سے قاتلِ علی کامیاب ہوگیا۔ معاویہؓ کا قاتل ہمت ہار بیٹھا اور عمروؓ کے قاتل نے شبہ میں دوسرے کو قتل کر دیا۔

حضرت معاویہؓ نے عمروؓ کی سیاست سے فائدہ تو پورا پورا اٹھا لیا اور انہیں اپنا بازو، مشیر اور رازدار بھی بنا لیا لیکن ان کے دل میں اس بات کا کھٹکا ضرور رہا کہ میری سلطنت کا بقا و قیام سراسر عمروؓ کی کارپردازی کا رہین منت ہے۔ اور عمروؓ کی نیت بدل بھی سکتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عمروؓ کے دل میں مصر کے ساتھ شام کا بھی لالچ پیدا ہوا اور دوسری طرف معاویہؓ نے مصر کو بھی ان کے حق سے زیادہ سمجھا اور طرفین کے درمیان کشیدگی شروع ہوگئی اور عمروؓ کی وفات تک باقی رہی۔

☆

جس زمانہ میں عمروؓ بن العاص مصر کے حاکم تھے اُسی زمانہ میں حضرت معاویہؓ نے ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو کوفہ کا والی بنا دیا تھا۔ مغیرہؓ نے حضرت معاویہؓ سے یہ کہہ کر انہیں برطرف کروا دیا کہ اب تاپ شیر کے دو جبڑوں کے درمیان آ گئے ہیں۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے عبداللہ کو معزول کر کے حضرت مغیرہؓ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔

عمروؓ کو علم ہوا تو وہ بھی انتقام لینے کے لئے حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچ گئے اور سیاست سے کام لیتے ہوئے عرض کیا کہ:۔

"آپ نے کوفہ کے خراج پر ایسے شخص کو مقرر کیا ہے جو سب کچھ خود ہی ہضم کر جائیگا اور آپ کو کچھ نہ دے گا۔"

اور ساتھ ساتھ یہ مشورہ بھی دیا کہ:۔

"کسی ایسے شخص کو خراج پر مقرر کیجئے جو آپ کا لحاظ کرتا اور آپ سے ڈرتا ہو۔"

حضرت معاویہؓ نے عمروؓ کے مشورے کے مطابق مغیرہؓ کو محکمۂ خراج سے محکمۂ نماز کی طرف منتقل کر دیا۔ اس کے بعد عمروؓ بات جتانے کے لیئے مغیرہ سے بھی ملے اور تعریضاً اُن سے کہا۔

"یہ آپ کی اُس حرکت کا جواب تھا"

ختم شُد

Marfat.com

ماخذ کتاب

بترتیب حروفِ تہجی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۱	ابن العاص	عباس محمود العقاد
۲	اشہر مشاہیر الاسلام فی الحرب والسیاست	رفیق العظم
۳	الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن حجر العسقلانی
۴	الاعلاق النفسیۃ	احمد بن عمر بن رستادہ
۵	البیان المغرب فی اخبار المغرب	ابن العذاری المراکشی
۶	الجندی الجدید	ابراہیم فراج واحمد شعتوت
۷	الخطط	المقریزی
۸	الرحلۃ التیجانیہ	ابو محمد عبداللہ التیجانی
۹	السیرۃ الحلبیہ	علی بن ابراہیم المقلب نورالدین بن برہان الدین الحلبی
۱۰	الصدیق ابوبکر	ڈاکٹر محمد حسین ہیکل وزیر معارف مصر
۱۱	العبر ودیوان المبتدا والخبر	ابن خلدون
۱۲	العبقریۃ العسکریہ فی غزوات الرسول	محمد فرج
۱۳	الفاروق عمر	عباس محمود العقاد
۱۴	الفتوحات الاسلامیہ	احمد بن السید زینی دحلان
۱۵	القضاۃ والولاۃ	الکندی
۱۶	القیادۃ	عبدالتواب ہدیب والسید محمود زاکی
۱۷	التاریخ الکامل	ابی الحسن علی بن ابی الکرم محمد المعروف بہ ابن الاثیر الجزری

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۱۸	الکامل فی اللغۃ	المبرد
۱۹	المسالک والممالک	ابن عبید اللہ البکری
۲۰	المعارف	ابن قتیبہ
۲۱	النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر القاہرۃ	ابوالمحاسن
۲۲	بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب	محمود شکری الالوسی
۲۳	تاریخ ابن صالح الارمنی	ابوصالح
۲۴	تاریخ الامم والملوک	محمد بن جریر الطبری
۲۵	تاریخ الامۃ العربیہ الخلفاء الراشدون	محمد اسعد طلس
۲۶	تاریخ الفتح العربی فی لیبیا	الظاہر الزاوی الطرابلسی
۲۷	تاریخ یعقوبی	احمد بن یعقوب بن جعفر
۲۸	تاریخ دمشق	ابن عساکر
۲۹	تاریخ عمرو بن العاص	ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن پی۔ ایچ۔ ڈی۔
۳۰	جبابرہ حرب	محمد فرج
۳۱	حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ	السیوطی
۳۲	دیوان حنا النفیوسی	حنا النفیوس
۳۳	سیر البطارکہ	ساویرس الاشمونینی
۳۴	سیف اللہ خالد	محمد فرج
۳۵	عمرو بن العاص فاتح مصر	عبد السلام العشری
۳۶	فتوح البلدان	احمد بن یحیٰی البلاذری
۳۷	فتوح الشام	الواقدی
۳۸	فتوح العرب للمغرب	حسین مؤنس
۳۹	فتوح مصر	الواقدی
۴۰	فتوح المصر والمغرب والاندلس	عبد الرحمٰن بن عبد الحکم

Marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۴۱	مروج الذهب ومعادن الجواهر	ابوالحسن علی بن علی المسعودی
۴۲	مسالک الممالک	ابراهیم بن محمد الاصطخری
۴۳	معجم البلدان	یاقوت الحموی
۴۴	نهایة الارب فی فنون الادب	النویری
۴۵	The Arab Conquest of Egypt.	Alfred Butler
۴۶	The history of decline and fall of the Roman Empire.	Gibbon
۴۷	A history of the lives Successors of Mohamed	Ruing
۴۸	L. Afrique Byzantine.	Diehl
۴۹	Les Berbères	Fournel
۵۰	L. Afrique du Nord	Candel

Marfat.com

Marfat.com

مولانا عبدالباری ندوی

سابق پروفیسر فلسفہ ودینیات عثمانیہ یونیورسٹی کی

چار معرکۃ الآرا تصنیفات

تجدید دین کامل

جس میں بتلایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی دینی ودنیوی ہر طرح کی فلاح وصلاح کا مدار پورا پورا مسلمان ہونے پر ہے جس کے لئے ہماری دینی کوتاہیوں اور بیماریوں کی ایسی آسان اور کارگر تدبیریں بتلادی گئی ہیں کہ پورا پورا مسلمان بن جانا ہر شخص کے لئے بالکل اپنے اختیار میں ہے اور محرومی کا بجز محرومی کے کوئی عذر نہیں رہ جاتا بس قدم اٹھاکر چل پڑنا ہے۔ (بڑی سائز، ۴۰۰ صفحات، قیمت نو روپے پچھتر پیسے)

تجدید تصوف وسلوک

جس میں تصوف کے متعلق ہر قسم کی علمی وعملی غلطیوں اور غلط فہمیوں کو دور کرکے بتلایا گیا ہے کہ حقیقی تصوف دراصل کمال اسلام اور کمال ایمان کے سوا کچھ نہیں اور بے صوفی بنے اسلام کی دنیوی واخروی انفرادی اور اجتماعی برکات وثمرات کا حاصل ہونا عملاً ناممکن ہے۔ بڑی سائز۔ ۳۳۶ صفحات مجلد قیمت آٹھ روپے پچیس پیسے)

تجدید معاشیات

جس میں معاشیات کے نوپید انظریوں اور نعروں سے مرعوب ہوئے بغیر خالص اسلامی وایمانی تعلیمات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ رزق ومعاش کا مسئلہ دراصل کوئی مسئلہ نہیں۔ جو فرد یا سماج (مسلمان ہی نہیں غیر مسلمان بھی ان تعلیمات پر کم زیادہ جتنا بھی عمل کرے جائے گا اتنا ہی انشاء اللہ دن رات کے معاشی وغصہ کی جہنم سے دنیا ہی میں اپنے کو ضرور بچالے گا۔ قیمت نو روپیہ پچھتر پیسے۔

تجدید تعلیم وتبلیغ

خالص اسلامی بنیادوں پر بہترین قوم (خیر امت) بنانے کی تعلیمی وتبلیغی تجدیدات وتدابیر جو ہر فرد انسان کو ظاہری وباطنی طور پر بہترین مسلمان اور کامل انسان بنانے کا یہ تعلیمی وتبلیغی نظام نسلی ووطنی قومیتوں اور سیاسی ومعاشی خیالی پرستیوں (آئیڈیالوجیز) کی جہنم سے دنیا کو نجات دلا سکتا ہے۔ بڑی سائز۔ ۲۴۰ صفحات مجلد قیمت چھ روپے

Marfat.com
Marfat.com

وہ کتابیں جنکے بغیر کوئی لائبریری مکمل نہیں کہلا سکتی

(۱) لارڈ مانٹ بیٹن مصنفہ کیمبل جانسن ترجمہ یونس احمر — ۱۲/-

(۲) تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف — ۸/۲۵

(۳) مآثر عالمگیری محمد ساقی مستعد خاں — ۹/۷۵

(۴) شاہجہاں کے ایام اسیری ڈاکٹر برنیر کا سفرنامہ اور عہد اورنگزیب مترجمہ خلیفہ محمد حسین — ۱۲/-

(۵) حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ ڈاکٹر طٰہٰ حسین — ۱۲/-
اردو ترجمہ۔ علامہ عبدالحمید نعمانی۔

(۶) حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم — ۶/۷۵
ڈاکٹر طٰہٰ حسین اردو ترجمہ شاہ حسن عطا ایم۔اے علیگ

(۷) سفرنامہ ابن بطوطہ دو حصے مکمل — ۱۵/-
مترجمہ۔ رئیس احمد جعفری۔

(۸) زادالمعاد دو حصے حضرت حافظ ابن قیم — ۲۰/۸۲
مترجمہ اردو۔ رئیس احمد جعفری

(۹) فقہ الاسلام مصنفہ حسین احمد الخطیب — ۱۲/-
مترجمہ۔ پروفیسر رشید احمد ارشد

(۱۰) سیاست نامہ نظام الملک طوسی مع متن — ۱۲/-
مترجمہ۔ شاہ حسن عطا ایم۔اے

(۱۱) البرامکہ مولانا عبدالرزاق کانپوری — ۱۲/-

(۱۲) نظام الملک طوسی مولانا عبدالرزاق کانپوری — ۱۲/-

(۱۳) تاجدار دو عالمؐ عبدالرحمٰن عزام بے — ۳/۵۰

(۱۴) تاریخ اسلام تین جلدوں میں مکمل — ۳۶/-
مصنفہ۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

(۱۵) حضرت عمر ابن العاصؓ محمد احمد پانی پتی — ۱۲/-

(۱۶) آئینہ حقیقت نما — ۱۲/-
مصنفہ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

(۱۷) حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی — ۱۲/-
مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم

(۱۸) الادب المفرد کتاب زندگی حضرت امام بخاری — ۸/-
اردو ترجمہ مولانا عبدالقدوس ہاشمی

(۱۹) سفینۃ الاولیا شہزادہ دارا شکوہ — ۶/۷۵

(۲۰) صحابیات علامہ نیاز فتحپوری — ۶/-

(۲۱) تجدید دین کامل مولانا عبدالباری ندوی — ۹/۷۵

(۲۲) تجدید تصوف وسلوک مولانا عبدالباری ندوی — ۸/۲۵

(۲۳) تجدید معاشیات مولانا عبدالباری ندوی — ۹/۷۵

(۲۴) تجدید تعلیم و تبلیغ مولانا عبدالباری ندوی — ۶/-

(۲۵) فلسفہ عجم علامہ اقبال — ۴/-

(۲۶) اسلامی معاشیات مولانا مناظر احسن گیلانی — ۱۲/-

(۲۷) الدین القیم۔ مولانا مناظر احسن گیلانی — ۴/۲۵

(۲۸) حضرت ابوذر غفاری مولانا مناظر احسن گیلانی — ۴/۲۵

(۲۹) تذکرہ شاہ ولی اللہ مولانا مناظر احسن گیلانی — ۴/-

(۳۰) مکاتیب امام غزالی احمد غزالی — ۲/۷۵

(۳۱) داستان کربلا عبدالرحمٰن صدیقی — ۳/۷۵

(۳۲) مقالات جمال الدین افغانی — ۳/۲۵

نفیس اکیڈیمی بلاسس روڈ سٹریٹ **کراچی**

Marfat.com

فاتحِ اعظم

حضرت عمرو بن العاصؓ

اس اولوالعزم اور بہادر سپہ سالار کی مفصل اور مکمّل
سوانح حیات، جس نے صرف چار ہزار قلیل فوج کے ساتھ مصر
جیسے عظیم ملک پر حملہ کر کے اُسے فتح کیا اور پھر نہایت شان و
شوکت کے ساتھ اُس پر حکومت کی، اور جو عرب کا بہترین مدبر
بہترین سیاستداں اور بہترین جنرل تھا ؂

مؤلف
محمد فرج مصری

مترجم
شیخ محمد احمد پانی پتی

نفیس اکیڈیمی
بلاسس اسٹریٹ، کراچی

قیمت:- بارہ روپیہ

Marfat.com